ذوالقعدہ ۱۴۳۲ھ اکتوبر ۲۰۱۱ء

- امتیاز حسین کاظمی بریلوی کے تین جھوٹ
- کیا محدثین کرام رحمہم اللہ مقلد تھے؟
- ساقی بریلوی کے مزید پانچ جھوٹ
- ایک جھوٹی روایت اور الیاس گھمن کا قافلہ
- ایک جھوٹی روایت اور حنیف قریشی بریلوی

حضرو' اٹک : پاکستان

# مومنین کامیاب ہو گئے

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ یقیناً مومنین کامیاب ہو گئے۔ (المومنون:۱)

## فقہ القرآن:

۱: مومنین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ اور رسول کی تصدیق کرتے ہیں، منزل من اللہ (قرآن و حدیث) کا اقرار کرتے ہیں اور ان آیات میں مذکورہ اُمور پر عمل پیرا ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جنت میں ہمیشہ رہیں گے اور کامیابی انھی کا نصیب ہے۔ (تفسیر ابن جریر ۸/ ۲۵۷)

۲: یزید بن بابنوس (صدوق تابعی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہم عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس گئے تو عرض کیا: اے ام المومنین! رسول اللہ ﷺ کا اخلاق کیسا تھا؟ انھوں نے فرمایا: آپ کا اخلاق قرآن تھا۔ کیا تم سورۃ المومنین پڑھتے ہو؟... رسول اللہ ﷺ کا اخلاق (اسی طرح) تھا۔ (الادب المفرد: ۳۰۸ وسندہ حسن لذاتہ، المستدرک ۲/ ۳۹۲ ح ۳۴۸۱ وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی)

شیخ البانی کی تحقیق سے الادب المفرد کے ایک نسخے میں اس حدیث کے بارے میں لکھا ہوا ہے: "ضعیف الإسناد . یزید مجھول" (ص ۱۱۱ ح ۳۰۸)

اور دوسرے نسخے میں "صحیح لغیرہ" لکھا ہوا ہے۔ (صحیح الادب المفرد ص ۹۵ ح ۲۳۴)

ان دونوں متعارض تحقیقات میں سے دوسری تحقیق اس شرط کے ساتھ صحیح ہے کہ یہ حدیث حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہے۔

یزید بن بابنوس کو ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ (۵/ ۵۴۸)

دارقطنی نے فرمایا: لابأس به . (سوالات البرقانی: ۵۵۹)

حاکم اور ذہبی نے صحیح الحدیث (یعنی ثقہ) قرار دیا ہے۔ ابن عدی نے فرمایا: اس کی حدیثیں مشہور ہیں۔ (الکامل ۷/ ۲۷۳۲، دوسرا نسخہ ۹/ ۱۶۹)

لہٰذا ایسے صدوق عندالجمہور راوی کو مجہول قرار دینا غلط بلکہ باطل ہے۔ (۱۴/ اگست ۲۰۱۱ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم


مدیر: حافظ زبیر علی زئی

معاونین:
حافظ ندیم ظہیر
ابو خالد شاکر
ابو جابر عبداللہ دامانوی

اللہ نزل احسن الحدیث

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر اللہ امرءًا سمع منا حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ

جلد: 8 | ذوالقعدہ ۱۴۳۲ھ اکتوبر ۲۰۱۱ء | شمارہ: 10

قیمت
فی شمارہ: 20 روپے
سالانہ: 200 روپے
علاوہ محصول ڈاک
پاکستان: مع محصول ڈاک
300 روپے

خط و کتابت
مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

ناشر: حافظ شیر محمد
0300-5288783

مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

0302-5756937


## اس شمارے میں

# امتیاز حسین کاظمی بریلوی کے تین جھوٹ

محمد حنیف قریشی بریلوی رضاخانی کے معاون مناظر امتیاز حسین شاہ کاظمی بریلوی رضاخانی نے لکھا ہے: ''یہ نظام الدین اولیاء کا قول نہیں بلکہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے احیاء العلوم جلد 4 صفحہ 521 حلیۃ الاولیاء جلد 5 صفحہ 212 اور الزھد و الرقاق لابن المبارك جلداول صفحہ 312 پر ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لا یکمل ایمان المرء حتیٰ یکون الناس عندہ کالاباعر ''یعنی انسان کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک لوگ اس کے سامنے مینگنی کی طرح نہ ہو جائیں۔''

(روئیداد مناظرہ: گستاخ کون؟ ص ۱۳۴)

عرض ہے کہ عبارتِ مذکورہ میں کاظمی نے حلیۃ الاولیاء اور الزہد و الرقاق دونوں کتابوں پر صریح جھوٹ بولا ہے، کیونکہ ان دونوں کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب روایتِ مذکورہ موجود نہیں بلکہ صرف خالد بن معدان رحمہ اللہ (تابعی) کا قول لکھا ہوا ہے، جسے کاظمی نے ''رسول اللہ ﷺ کی حدیث'' بنا دیا ہے۔!

نظام الدین (صوفی) کا قول فوائد الفواد (اردو مترجم ص ۲۲۳) میں موجود ہے۔

اگر کاظمی صاحب اپنے دونوں جھوٹے حوالوں کا اعتراف کرنے کے بعد یہ کہے کہ میں نے غزالی کی احیاء العلوم کا حوالہ بھی دیا ہے، تو عرض ہے کہ ابو حامد غزالی (صوفی) کی احیاء علوم الدین میں یہ روایت بغیر سند اور بغیر حوالے کے مذکور ہے اور حافظ عراقی نے فرمایا: ''لم أجد لہ أصلاً في حدیث مرفوع'' مجھے مرفوع حدیث میں اس کی کوئی اصل نہیں ملی۔ (تخریج الاحیاء ج ۴ ص ۳۹۲ طبع دار المعرفہ بیروت)

امام ابوبکر محمد بن الولید بن خلف الطرطوشی الاندلسی المالکی الفقیہ رحمہ اللہ (متوفی ۵۲۰ھ) نے غزالی کی احیاء علوم الدین کے بارے میں فرمایا: ''ثم شحن کتابہ بالکذب علی

رسول اللّٰہ ﷺ فلا أعلم کتابًا علی وجہ بسیط الأرض أکثر کذبًا علی الرسول منہ'' پھر اس نے اپنی کتاب کو رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ سے بھر دیا، پس روئے زمین پر مجھے ایسی کوئی کتاب معلوم نہیں جس میں رسول پر اس کتاب سے زیادہ جھوٹ بولا گیا ہو۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۹/۴۹۵ وسندہ صحیح)

غزالی کی روایتِ مذکورہ کو اس کے غالی معتقد سبکی نے بھی ان روایات میں ذکر کیا ہے، جن کی سندیں سبکی کو نہیں ملیں۔ (دیکھئے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۳/۵۳۱)

یاد رہے کہ بے سند روایت مردود ہوتی ہے۔ غلام رسول سعیدی بریلوی نے بھی لکھا ہے: ''اور جو روایت بلا سند مذکور ہو وہ حجت نہیں ہے۔'' (شرح صحیح مسلم ج ۱ص ۵۱۱)

محمد عباس رضوی بریلوی نے لکھا ہے: ''... کیونکہ سند کے بغیر تو کوئی روایت بھی قابل حجت نہیں ہوتی'' (مناظرے ہی مناظرے ص ۳۰۰)

غلام مصطفیٰ نوری نے لکھا ہے: ''بے سند باتوں کا کیا اعتبار ہے۔'' (ترکِ رفع یدین ص ۴۳۴)

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے کہا:

''اہلسنت کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ جو کہ ہرگز قابلِ سماعت نہیں۔'' (تحفہ اثناعشریہ ص ۲۶۵| ہمارا نسخہ ص ۵۵۲| بحوالہ فتاویٰ رضویہ ص ۵۸۵ ج ۵)

یہ وہ عبارت ہے، جس کے بارے میں احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے:

''یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثناعشریہ سے یاد رکھنے کی ہے''

(فتاویٰ رضویہ ۵/۵۸۵)

کاظمی اور قریشی دونوں سے مطالبہ ہے کہ اپنے تین جھوٹوں (نظام الدین کے قول کا انکار، حلیۃ الاولیاء اور الزہد والرقاق کے جھوٹے حوالوں) کا جواب دیں اور احیاء العلوم والی مذکورہ بے سند و بے اصل روایت کی صحیح یا مقبول متصل سند پیش کریں اور اگر پیش نہ کر سکیں تو لوگوں کے سامنے علانیہ توبہ کریں۔ (۱۹/ اگست ۲۰۱۱ء)

## الفصل الثاني

**۲۹۲)** عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ : **(( استقيموا ولن تحصوا ، واعلموا أن خيرَ أعمالِكم الصلاة ، ولا يحافظ على الوضوءِ إلا مؤمن .))**

رواه مالك ، و أحمد ، و ابن ماجه ، والدارمي .

ثوبان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ثابت قدم ہو جاؤ اور تم (اسے) شمار نہیں کر سکو گے، اور جان لو! تمھارے اعمال میں سب سے بہتر نماز ہے اور وضو کی حفاظت صرف مومن ہی کرتا ہے۔ اسے مالک (الموطأ ۱/۳۴ ح ۶۵) احمد (۵/۲۸۰ ح ۲۲۷۷۸) ابن ماجہ (۲۷۷) اور دارمی (۱/۱۶۹ ح ۶۶۱) نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق الحدیث:** حسن

اسے حاکم نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا (۱/۱۳۰ ح ۴۴۹) اور ذہبی نے حاکم کی موافقت کی۔!

سالم بن ابی الجعد نے سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا، لیکن اس حدیث کے دو شاہد ہیں:

۱: بلفظ: **"سددوا وقاربوا واعملوا و خير أعمالكم الصلوٰة ولا يحافظ على الوضوء إلا مؤمن"** (مسند احمد ۵/۲۸۲ ح ۲۲۴۳۳ وسندہ حسن لذاتہ وصححہ ابن حبان: ۱۰۳۷)

۲: بلفظ: **" استقيموا تفلحوا و خير أعمالكم الصلوٰة و لن يحافظ على الوضوء إلا مؤمن "** (مسند احمد ۵/۲۸۰ ح ۲۲۴۱۴، ورجالہ ثقات)

**فقہ الحدیث:**

۱: لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کی گواہی دینے اور اللہ و رسول پر ایمان لانے

کے بعد سب سے بہتر عمل نماز ہے اور یہ اسلام کا دوسرا بنیادی رکن ہے۔

روزانہ دن و رات میں ہر مکلف مسلمان پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور ان کی مکمل حفاظت ضروری ہے۔ حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ اچھے طریقے سے سنت کے مطابق وضو کیا جائے، تمام نمازیں ان کے اوقات میں سنت کے مطابق پڑھی جائیں اور ریا کاری نہ ہو بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود ہو۔

۲: اہلِ ایمان کی یہ خاص نشانی ہے کہ وہ سنت کے مطابق اور بالکل صحیح طریقے سے وضو کرتے ہیں، تاکہ اس وضو سے پڑھی گئی نمازیں اللہ کے ہاں مقبول ہوں۔

۳: کتاب وسنت اور جو کچھ کتاب وسنت سے ثابت ہے، اس کے مطابق زندگی گزارنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کا ثواب بے حد و بے شمار ہے۔ ان شاء اللہ

۴: ہمیشہ باوضو رہنا باعثِ اجر و ثواب اور مومن کی خوبی ہے۔

**۲۹۳**) و عن ابن عمر، قال قال رسول الله ﷺ:

(( **مَن توضّأ على طُهرٍ، كتب له عشر حسنات .** )) رواه الترمذي .

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی طہارت (وضو) پر وضو کرتا ہے تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

اسے ترمذی (۵۹) [ابوداود (۶۲) اور ابن ماجہ (۵۱۲)] نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق الحدیث:** اس کی سند ضعیف ہے۔

اس سند میں وجۂ ضعف یہ ہے کہ اس کا راوی عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم الافریقی ضعیف تھا۔ دیکھئے حدیث: ۲۳۹

امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت بیان کر کے فرمایا:

" إسناده ضعيف " اس کی سند ضعیف ہے۔ (ح ۵۹)

امام بیہقی نے یہ روایت بیان کر کے فرمایا: " **عبد الرحمن بن زياد الإفريقي غير قوي** " عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی قوی نہیں ہے۔ (السنن الکبریٰ ۱/۱۶۲)

بوصیری نے کہا: " هذا إسناد فيه عبد الرحمن بن زياد ( الإفريقي ) وهو ضعيف و مع ضعفه كان يدلس " اس سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد (الافریقی) ضعیف ہے اور وہ ضعیف ہونے کے ساتھ تدلیس بھی کرتا تھا۔ (زوائد ابن ماجہ:۵۱۴)

عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم الافریقی کے بارے میں حافظ عراقی نے فرمایا:

" ضعفه الجمهور " (تخریج الاحیاء ۲/۱۹۹)

ہیثمی نے کہا: " وقد ضعفه الجمهور ." (مجمع الزوائد ۵/۵۶)

نیز دیکھئے مجمع الزوائد (۸/ ۶۵، ۱۰/ ۲۵۰)

**فائدہ:** وضو کرنا عبادت اور نیکی کا کام ہے اور وضو پر وضو کرنا بھی ثابت ہے۔

(دیکھئے ح ۴۲۵۔۴۲۶)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ﴾

جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا تو اسے دس گنا اجر دیا جائے گا۔ (الانعام:۱۶۰)

## الفصل الثالث

**۲۹۴)** عن جابر قال قال رسول الله ﷺ :

(( **مفتاح الجنة الصلاة و مفتاح الصلاة الطهور** .)) رواه أحمد .

جابر (بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی طہارت (وضو) ہے۔

اسے احمد (۳/ ۳۴۰ ح ۱۴۷۱۷) [اور ترمذی (ح ۴)] نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق الحدیث:** اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

۱: اس کا راوی سلیمان بن قرم (جسے سلیمان بن معاذ بھی کہا جاتا ہے) ضعیف تھا۔

صحیح مسلم میں اس کی ایک روایت (۲۶۴۰) بطورِ متابعت ہے، جبکہ جمہور محدثین نے

اسے اس کے بُرے حافظے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے انوار الصحیفۃ (ص ٦٧)

۲: ابو یحییٰ القتات ضعیف راوی ہے۔ حافظ ہیثمی نے فرمایا: "و ضعفه الجمهور ." اور جمہور نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۷۴/۱۰)

حافظ ابن حجر نے فرمایا: "لین الحدیث" وہ حدیث میں کمزور ہے۔ (تقریب التہذیب: ۸۰۶۹)

اس ضعیف روایت سے بے نیازی کے لئے دیکھئے آنے والی حدیث: ۳۱۲، ۳۱۳

**۲۹۵)** و عن شبيب بن أبي روح عن رجل من أصحاب رسول الله ﷺ أن رسول الله ﷺ صلى صلاة الصبح، فقرأ الروم فالتبس عليه . فلما صلّى قال : **((ما بال أقوام يصلون معنا، لا يحسنون الطهور ؟ و إنما يلبس علينا القرآن أولئك .))** رواه النسائي .

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی تو سورۃ الروم کی تلاوت فرمائی، پھر آپ کو قراءت میں اشتباہ ہو گیا (متشابہ لگ گیا) پھر جب آپ نے نماز پڑھ لی تو فرمایا: کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں (اور) اچھے طریقے سے وضو نہیں کرتے؟ اس وجہ سے ہمیں قرآن کی قراءت میں اشتباہ ہو گیا تھا۔

اسے نسائی (۱۵۶/۲ ح ۹۴۸) نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق الحدیث:** اس کی سند صحیح ہے۔

مسند احمد (۴۷۱/۳ ح ۱۵۹۶۸) میں عبدالملک بن عمیر رحمہ اللہ (ثقہ مدلس) کے سماع کی تصریح موجود ہے۔ والحمد للہ

**فقہ الحدیث:**

۱: مقتدیوں کے وضو کی غلطیوں کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز پر یہ اثر ہو جاتا تھا کہ آپ کو بعض اوقات قراءت میں متشابہ لگ جاتا، یعنی ایک آیت کے بجائے اس جیسی دوسری آیت پڑھنے لگتے تھے۔

۲: بعض اعمال کا دوسرے لوگوں کے اعمال پر بھی اثر ہوتا ہے۔

۳: اچھے اور مسنون طریقے سے وضو کرنے کا پورا پورا اہتمام کرنا چاہئے۔

۴: فوائد غزنویہ میں لکھا ہوا ہے کہ ''اس لیے اہل بدعت، مشرکین اور فاسقین فاجرین کی صحبت سے بچنا چاہئے اس سے اخلاق برباد ہو جاتے ہیں۔ انسان بدعملی کا عادی ہو جاتا ہے اور شرک سے رغبت ہو جاتی ہے۔'' (ج۱ص۲۸۴)

۵: صبح کی نماز میں لمبی قراءت کرنی چاہئے۔

۶: اگر کسی شخص سے غلطی ہو جائے تو اس کا نام لئے بغیر اشارے سے اس غلطی کا رد کر دینا بہتر ہے اور اس طریقے سے عین ممکن ہے کہ وہ اپنی اصلاح کر لے۔ **واللّٰہ ھو الموفق**

۷: نماز کی حالت میں دنیاوی باتیں جائز نہیں ہیں۔

۸: رسول اللہ ﷺ بشر رسول ہیں اور آپ عالم الغیب نہیں تھے۔

۹: ناپسندیدہ مجالس سے بچنا چاہئے، کیونکہ صالح افراد پر بھی ان کا کچھ نہ کچھ اثر ہو سکتا ہے۔

۱۰: قراءتِ فاتحہ کے بعد باقی نماز میں قراءت کی نادانستہ غلطی سے نماز ہو جاتی ہے۔

**۲۹۶)** وعن رجل من بني سُليم قال: عدهن رسول الله ﷺ في يدي - أو في يده - قال: (( **التسبيح نصف الميزان، والحمد لله يملؤه، والتكبير يملأ ما بين السماء والأرض، والصوم نصف الصبر، والطهور نصف الإيمان.** )) رواه الترمذي، وقال: هذا حديث حسن.

بنو سُلیم (قبیلے) کے ایک آدمی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے یا میرے ہاتھ میں گن کر بتایا: تسبیح آدھا ترازو ہے، الحمد للہ (کہنا) اسے بھر دیتا ہے، آسمان اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے اسے تکبیر بھر دیتی ہے، روزہ آدھا صبر ہے اور طہارت آدھا ایمان ہے۔ اسے ترمذی (۳۵۱۹) نے روایت کیا اور فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔

**تحقیق الحدیث:** حسن ہے۔

اس حدیث کے راوی جری بن کلیب کو امام عجلی، حافظ ابن حبان (الثقات ۴/ ۱۱۷) اور امام ترمذی وغیرہم نے ثقہ قرار دیا۔ امام ابو حاتم الرازی نے جرح کی اور امام ابن المدینی نے فرمایا: ”مجھول“ (دیکھئے تہذیب التہذیب ۲/ ۷۸)

عرض ہے کہ جمہور محدثین کی توثیق کی وجہ سے جری بن کلیب کی توثیق ہی راجح ہے، لہٰذا وہ صدوق حسن الحدیث تھے۔

تنبیہ: بعض محدثین کے نزدیک جری بن کلیب دو ہیں:

۱: نہدی کوفی جس سے ابو اسحاق، یونس بن ابی اسحاق اور عاصم بن بہدلہ تین راویوں نے روایت بیان کی، ترمذی اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا۔

۲: سدوسی بصری جس سے صرف قتادہ راوی ہیں اور قتادہ نے ان کی تعریف بیان کی، ترمذی وعجلی نے ثقہ وصدوق قرار دیا۔

یہ دونوں حسن الحدیث راوی ہیں، لہٰذا راویوں کا اختلاف یہاں مضر نہیں اور امام بخاری وغیرہ کے طرزِ عمل سے یہ ظاہر ہے کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کے نام ہیں۔ واللہ اعلم

۱: اعمالِ صالحہ مثلاً تسبیح، تحمید اور تکبیر کا قیامت کے دن اعمال کی میزان (ترازو) میں بہت زیادہ وزن ہوگا۔

۲: قیامت کے دن اعمال تولے جائیں گے اور نیک اعمال کا وزن ہوگا، رہے جہنمی اور بدقسمت لوگ تو ان کے اعمال کا کوئی وزن نہیں ہوگا بلکہ انھیں ہوا میں ھباءً منثورا کر کے اُڑا دیا جائے گا۔

۳: اذکار کثرت سے کرنے چاہئیں تاکہ ان لوگوں کی رفاقت نصیب ہو جن کے اعمال قیامت کے دن بہت بھاری ہوں گے۔

۴: چونکہ نماز ایمان میں سے ہے بلکہ ایمان کا دوسرا بنیادی رکن ہے اور نماز کا دارومدار وضو پر ہے، لہٰذا وضو کو بھی آدھا ایمان کہا گیا ہے۔ نیز دیکھئے حدیث سابق: ۲۸۱

# آلِ بریلی وآلِ دیوبند کے نزدیک تفسیر ابن عباس (مطبوع) کا علمی مقام

**سوال** آج کل تفسیر ابن عباس (تنویر المقباس) کے نام سے ایک کتاب مشہور ہے، جس سے بعض آلِ بریلی وآلِ دیوبند اپنی تحریروں وتقریروں میں چند حوالے بطورِ استدلال پیش کرتے ہیں۔ اس تفسیر کا علمی مقام کیا ہے؟ تحقیق وثبوت سے جواب دیں۔

(ایک سائل)

**الجواب** ابو طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی الشیرازی الشافعی (متوفی ۸۱۷ھ) کی روایت سے تنویر المقباس (تفسیر ابن عباس) نامی جو تفسیر مشہور ہوئی ہے، اس کی آخری سند کا دارومدار "**محمد بن مروان السدي الصغیر عن محمد بن السائب الکلبي عن أبي صالح** "پر ہے۔

السدی عن الکلبی کی یہ تفسیر سلسلۃ الکذب اور جھوٹ کا پلندا ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو (عدد ۲۴ ص ۴۹۔۶۱)

فی الحال آلِ بریلی وآلِ دیوبند کے دوزبردست حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱: احمد رضا خان بریلوی نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

"(۳) یہ تفسیر کہ منسوب بسیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے نہ اُن کی کتاب ہے نہ اُن سے ثابت، یہ بسند محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح مروی ہے اور ائمۂ دین اس سند کو فرماتے ہیں کہ یہ سلسلۂ کذب ہے۔

تفسیر اتقان شریف میں ہے:

و اوھی طرقه طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فان انضم الی ذلك روایة محمد بن مروان اسدی الصغیر فھی سلسلة الکذب (۲/۱۸۹)

اس کے طُرق میں سے کمزور ترین طریق کلبی کا ابو صالح سے اور اس کا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرنا اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان اسدی کی روایت مل جائے تو کذب کا سلسلہ ہے۔ (ت)" (فتاویٰ رضویہ ج۲۹ ص۳۹۶)

۲: محمد تقی عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے:

" رہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، سو اگرچہ وہ باتفاق مفسرین کے امام ہیں، لیکن اوّل تو ان کی تفسیر کتابی شکل میں کسی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے، آج کل "تنویر المقباس" کے نام سے جو نسخہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف منسوب ہے اس کی سند نہایت ضعیف ہے، کیونکہ یہ نسخہ محمد بن مروان السدی الصغیر عن الکلبی عن ابی صالح کی سند سے ہے، اور اس سلسلۂ سند کو محدثین نے "سلسلۃ الکذب" قرار دیا ہے۔" (فتاویٰ عثمانی ج۱ ص۲۱۵)

ان دونوں بریلوی و دیوبندی فتووں (مفتیٰ بہا اقوال) سے بھی ثابت ہوا کہ تفسیر ابن عباس نامی کتاب کا انتساب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف صحیح نہیں ہے، لہٰذا اس کتاب سے آلِ بریلوی و آلِ دیوبند کے نزدیک بھی استدلال غلط و مردود ہے۔

(۱۲/ جولائی ۲۰۱۱ء)

## کئی سالوں کی بقیہ زکوٰۃ

**سوال:** کسی کے پاس سونا چاندی تین چار سال سے اتنا ہے کہ اس پر زکوٰۃ دینا (ضروری) بنتی ہے، لیکن اس نے نہیں دی۔ اب سمجھ آ گئی اور وہ زکوٰۃ دینا چاہتی ہے تو کس ریٹ کے مطابق زکوٰۃ دے؟ موجودہ ریٹ یا پچھلے سالوں کی اُن کے ریٹ کے مطابق؟

**الجواب:** موجودہ سال کی موجودہ ریٹ (سونے چاندی کی قیمت) کے مطابق اور سابقہ سالوں کی زکوٰۃ ان سالوں میں سونے چاندی کی قیمت کے مطابق ادا کرے اور سچے

دل سے توبہ کرے، استغفار کرے اور بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

یاد رہے کہ ہر سال کی زکوٰۃ سے مراد اسلامی سال کی زکوٰۃ ہے، جو محرم سے شروع ہو کر ذوالحجہ کی آخری تاریخ پر ختم ہو جاتا ہے اور اسے قمری سال بھی کہتے ہیں، لہٰذا اس بات کا خاص خیال رکھیں اور انگریزی (شمسی) سال کا حساب لگا کر زکوٰۃ نہ دیں بلکہ چاند والے سال کا حساب لگا کر (مثلاً رمضان وغیرہ میں) زکوٰۃ دیں اور اس طرح شمسی سال کے مقابلے میں قمری سال میں چھتیس سال پر ایک سال کا فرق پڑ جاتا ہے۔

## دعائے قنوت میں مزید دعائیں

**سوال** دعائے قنوت کے بعد وتر میں مزید کوئی دعا (قرآن، مسنون، یا اپنی کوئی) کی جا سکتی ہے؟ جیسے حرم میں امامِ کعبہ کرتے ہیں؟ (ایک سائلہ)

**الجواب** قنوتِ وتر میں اللھم اھدني فیمن ھدیت إلخ والی دعا ثابت ہے، لیکن اس میں کوئی خاص دعا مقرر نہیں کہ اس کے علاوہ اور کچھ بھی جائز نہیں، جیسا کہ امام محمد بن نصر المروزی رحمہ اللہ نے فرمایا: " و لیس فیہ شيء موقت " اور اس میں کوئی خاص دعا مقرر نہیں ہے۔ (مختصر قیام اللیل ص ۳۰۱)

لہٰذا قنوتِ نازلہ سے استدلال کرتے ہوئے بعض اوقات دوسری دعائیں مانگنا بھی جائز ہے، جیسا کہ حرمین وغیرہما میں اس پر عمل ہے، لیکن بہتر یہی ہے کہ مسنون دعا ہی مانگی جائے۔ واللہ اعلم

اس مسئلے کے جواز کی صریح دلیل کے لئے دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (۲/ ۱۵۵۔ ۱۵۶ ح ۱۱۰۰، وسندہ صحیح موقوف)

**اعلان**

''حنیف قریشی بریلوی اپنی کتاب (روئیدادِ مناظرۂ راولپنڈی) کے آئینے میں''

آئندہ شمارے (الحدیث: ۹۰) میں ملاحظہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ

ابوخزیمہ سلیم اختر

# کیا محدثین کرام رحمہم اللہ مقلد تھے؟

شیخ مکرم حافظ زبیر علی زئی صاحب اور اخی مکرم محمد صدیق رضا صاحب حفظہما اللہ ومتعنا بطول حیاتہما کے مضامین اس بارے میں "الحدیث" کی زینت بن کر قارئین سے داد تحسین وصول کر چکے ہیں۔ اس حوالے سے چند مزید گزارشات وحوالہ جات پیش خدمت ہیں:

**۱) امام بیہقی رحمہ اللہ:** امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی رحمہ اللہ بعض کے نزدیک شافعی المسلک "مقلد" مشہور ہیں، حالانکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ امام صاحب ایک حدیث پر کلام کرتے ہوئے اپنے متعلق واشگاف الفاظ میں درج ذیل کلمات ارشاد فرماتے ہیں: " **ولا أقوله تقليدًا بل أقوله بالحجج التي ظهرت لي، منها .... إلخ** "
اور میں تقلید کرتے ہوئے یہ بات نہیں کہہ رہا بلکہ میں یہ بات ان دلائل کی بنا پر کہہ رہا ہوں جو مجھ پر ظاہر ہوئے، ان میں سے ...الخ۔

(جزء الجویباری فی مسائل عبداللہ بن سلام، تصنیف البیہقی، المطبوع فی مجموعہ اجزاء حدیثیہ ۲/۲۳۵)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بذاتِ خود مقلد ہونے کی نفی کر دی کہ میں دلائل کو مدنظر رکھتا ہوں، مجھے تقلید سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ امام بیہقی کے اس قول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تقلید اور دلائل ایک دوسرے کی نقیض (ضد) ہیں، دلائل آئیں تو تقلید غائب، تقلید ہو تو دلائل کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ غالباً اسی بنا پر دیوبندی سنت کے "امام" سرفراز خان صفدر صاحب نے لکھا ہے: "اور تقلید جاہل ہی کیلئے ہے۔" (الکلام المفید ص ۲۳۴)

**۲) امام ترمذی رحمہ اللہ:** امام ترمذی رحمہ اللہ کو بھی امام شافعی رحمہ اللہ کا مقلد شمار کیا جاتا ہے، جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ دیوبندی امت کے "حکیم" اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں: "**قلت يدل على أن الترمذي ليس بشافعي**" میں کہتا ہوں کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام ترمذی شافعی نہ تھے۔

(الثواب الجلی تتمۃ المسک الذکی ص ۵۴۳، دوسرا نسخہ ص ۶۸۷)

تھانوی صاحب کے یہ افادات اردو "تقریر ترمذی" کے آخر میں مطبوع ہیں۔ اس پر مزید تبصرہ کرتے ہوئے تھانوی صاحب کے شاگرد احمد حسن سنبھلی صاحب نے لکھا:

"قلت : یہ بات ظاہر ہے کہ تبحر محدثین کسی کی بھی تقلید نہیں کرتے سوائے اس کے کہ ان کا عمل اکثر مسائل میں بعض ائمہ کے موافق ہوتا جن کی طرف وہ نسبت کرتے ہیں یا تقلید، خلاصہ یہ کہ جب کبھی بھی انھیں مقلَّد (جس کی تقلید کی جاتی ہے۔ سلیم) کا قول حدیث کے مخالف نظر آتا ہے تو یہ ان ائمہ کی مخالفت کرتے ہیں اور امت مرحومہ کے اہل تحقیق کا یہی مسلک ہے۔" (تقریر ترمذی ص ۵۶، تحقیق، تخریج، حاشیہ مفتی عبدالقادر صاحب "شیخ الحدیث" دارالعلوم کبیر والہ۔ تقدیم ونظر ثانی: محمد تقی عثمانی، دوسرا نسخہ ص ۳۶ بالعربیۃ)

دیوبندی مسلک کے "عالم ربانی" عبدالقادر صاحب تھانوی صاحب کے قول کے حاشیہ میں اس انداز سے وضاحت کرتے ہیں:

"یعنی ابرادِ ظہر کے مسئلہ میں امام ترمذیؒ نے امام شافعیؒ کے قول پر اعتراض وارد کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شافعی المسلک نہیں ہیں" (حوالہ مذکورہ بالا طبع: ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

فائدہ: جہاں اس حوالے سے یہ معلوم ہوا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ مقلد نہ تھے، وہاں یہ بھی واضح ہوا کہ دیوبندی اکابر کے نزدیک مقلد وہ ہوتا ہے جو امام کے قول پر اعتراض وارد نہ کرے، بصورتِ دیگر وہ مقلد نہ رہے گا۔ اس پر مزید تبصرہ آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ

**۳) امام ابن الجوزی رحمہ اللہ:** امام ابن الجوزی کا مسلک بیان کرتے ہوئے "شیخ الحدیث" (جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور) حاجی محمد علی صاحب لکھتے ہیں: "فہم قرآن وحدیث میں آپ کا روئے فکر و تدبر الفاظ کی ظاہریت کی طرف رہا۔ اور فطرت مستنبطہ عقلی استدلال کے بجائے نقل صحیح پر قناعت کناں تھی۔ یعنی آپ استخراج معانی مختلفہ کے بجائے تمسک باالالفاظ کی طرف زیادہ مائل تھے۔ مذہباً اگرچہ آپ حنبلی جانے اور پہچانے جاتے ہیں لیکن علتِ مذکورہ بالا کے باعث مختلف مذاہبِ فقہیہ اور مشہور مسالک اعتقادیہ میں سے

کسی مسلک و مذہب کو اس کی تمام تفاصیل کے ساتھ آپ نے اختیار نہیں فرمایا۔ اسی لئے حنبلی ہونے کے باوجود جماعت حنابلہ کے ائمہ آپ کی بعض آراء سے متفق نہیں۔''

(مقدمہ الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ۔ ترجمہ: ''علامہ'' اشرف سیالوی بریلوی ص ۷۔۸، فرید بک سٹال لاہور)

بریلوی ''شیخ الحدیث'' کے بیان سے معلوم ہوا کہ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ بھی مقلد نہ تھے۔

**۴) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ:** جامعہ خیر المدارس ملتان میں ''تقریب ختم بخاری شریف'' پر خطاب کرتے ہوئے ''وکیل احناف'' ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا:

''امام بخاری کے استاذ حضرت یحییٰ بن معین جنہوں نے دس لاکھ احادیث لکھی ہیں وہ بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرتے تھے۔ اور آج ''بلوغ المرام'' جو ایک غیر مقلد کی لکھی ہوئی کتاب ہے اس کا ایک صفحہ پڑھ کر لوگ تقلید سے آزاد ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔''

(ماہنامہ الخیر ج ۱۴ شمارہ ۹ رمضان ۱۴۱۷ھ فروری ۱۹۹۷ء ص ۴۸)

یہ بات حدیث کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ بلوغ المرام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی کتاب ہے، جنھیں ''وکیلِ احناف، مناظرِ اسلام، ترجمانِ اہلسنت'' کے خود ساختہ القاب کے حامل نے ''غیر مقلد'' قرار دیا ہے۔

[حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ اہلِ حدیث تھے۔ دیکھئے ص ۲۹ ]

**فائدہ:** عموماً ماسٹر امین اوکاڑوی کی راگنی ہر کوئی الاپتا ہے کہ انگریز کے دور سے پہلے اہل حدیث اپنی کوئی کتاب، رسالہ، پمفلٹ، ترجمہ حدیث ثابت کریں، تو ماسٹر امین کی مذکورہ بالا تقریر میں اس کا جواب موجود ہے کہ دورِ انگریز سے قبل لکھی جانے والی کتاب ''بلوغ المرام'' کے مصنف ''اہلحدیث'' تھے یا دیوبندی علم کلام میں ''غیر مقلد'' تھے۔

**تقلیدی اصول:** اوپر امام ترمذی کے حوالے سے دیوبندی ''عالم ربانی'' عبدالقادر صاحب کا اصول ذکر ہوا ہے ''امام ترمذیؒ نے امام شافعیؒ کے قول پر اعتراض وارد کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ شافعی المسلک نہیں ہیں۔'' اس اصول سے معلوم ہوتا ہے کہ ''جو قولِ امام پر اعتراض کرے وہ مقلد نہیں ہوتا'' اب اس اصول کے مطابق ان تمام ائمہ محدثین رحمہم اللہ

اجمعین جن کی کسی نہ کسی امام کی طرف ''نسبت'' قائم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، انھوں نے اپنے امام کی کسی مقام پر مخالفت نہیں کی ہوگی، بالفاظِ دیگر وہ ان کے مقلد نہ ہوں گے۔
اس کی بھی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۵) **امام ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ:** ان کی نسبت مالکی مسلک کی طرف کی جاتی ہے، لیکن یہ زانیہ لونڈی پر حد کے بارے میں امام مالک رحمہ اللہ کا قول نقل کرکے، امام مالک رحمہ اللہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" لكن حديث النبي ﷺ أولى أن يتبع "

لیکن نبی ﷺ کی حدیث زیادہ لائقِ اتباع ہے۔

(فتح الباری ۱۲/۱۹۹، کتاب الحدود، باب اذا زنت الأمة تحت رقم: ۶۸۳۸۔ ۶۸۳۷)

معلوم ہوا کہ امام ابن العربی رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ کے قول کو رد کرکے یہ واضح کردیا کہ وہ مالکی مقلد نہیں ہیں۔

۶) **امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ:** امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمہ اللہ کو شوافع میں شمار کیا جاتا ہے، جبکہ وہ تیسری رکعت کے وقت رفع الیدین کے بارے میں فرماتے ہیں:

" هو سنة، وإن لم يذكره الشافعي فالإسناد صحيح "

وہ سنت ہے، اگرچہ (امام) شافعی (رحمہ اللہ) نے اسے ذکر نہیں کیا، پس سند صحیح ہے۔

(فتح الباری ۲/۲۸۳ تحت رقم: ۷۳۹)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے اس قول سے متعلق فرماتے ہیں:

''امام ابن خزیمہ قدس اللہ روحہ نے اس بارے میں اچھا (کلام) کیا اور وہ اسی لائق ہیں۔ رحمہ اللہ'' (تعلیق فتح الباری ایضاً)

اس سے بھی واضح ہوا کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ بھی شافعی المسلک نہ تھے۔

اس کے علاوہ آپ دیگر ائمہ کرام رحمہم اللہ کو دیکھیں گے تو اس ''اصول'' کے تحت کسی کی طرف نسبت کے باوجود ''غیر مقلد'' ہی ہوں گے، بلکہ خود احناف بھی کئی مسائل میں امام

ابو حنیفہ کو چھوڑ کر ''غیر مقلدیت'' کی صف میں نمایاں مقام پر نظر آئیں گے۔

موجودہ مقلدین ائمہ دین اور محدثین عظام رحمہم اللہ کو ان نسبتوں کی وجہ سے اپنے جیسا ''مقلد'' باور کرانے کی سعی لاحاصل میں شب و روز مصروف ہیں، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ کما تقدم

کیا ائمہ کرام رحمہم اللہ ان جیسے مقلد تھے؟ آیئے ایک اور انداز سے سمجھتے ہیں:

**ایک اور انداز سے وضاحت:** ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب نے ''تجلیات و مجموعہ رسائل'' میں مختلف الفاظ سے یہ بات دہرائی ہے کہ خیر القرون میں دو طرح ہی کے لوگ تھے: مجتہد یا مقلد۔ تیسرا گروہ نہ تھا۔ اب انہی حضرات کے ''امام'' سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں: ''اور تقلید جاہل ہی کے لئے ہے۔'' (الکلام المفید ص ۲۳۴)

تو ماسٹر صاحب کی بات بالفاظ دیگر اس طرح ہوگی کہ دو طرح ہی کے لوگ تھے: مجتہد یا جاہل۔

خلاصہ یہ نکلا کہ محدثین کرام مقلد بالفاظ دیگر جاہل ہوئے۔ کیا یہ ائمہ دین کی گستاخی نہیں؟

**مقلد کون؟:** مزید اسے اس طرح سمجھئے کہ ''مقلدین'' کے ہاں تقلید کے دائرہ میں رہنے کے لئے ''دلائل'' سے کنارہ کشی لازم ہے۔ بصورت دیگر وہ مقلد نہیں رہے گا، بلکہ اگر کوئی کسی مسئلہ کی دلیل طلب کرتا ہے تو صرف طلب دلیل کے لئے اس پر کم از کم سترہ (۱۷) سال کا کورس کرنا لازم ہے، جیسا کہ دیوبندی ''مفتی اعظم فقیہ العصر'' رشید احمد لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں: ''کہ عوام مفتیانِ کرام سے قانونِ شریعت دریافت کر سکتے ہیں طلب دلائل کے مجاز نہیں ہاں اگر کسی کو علمِ دلائل کا شوق ہو تو پہلے پندرہ سال کسی مستند دینی درسگاہ میں لگا کر نصاب عام کی تکمیل کر کے اعلیٰ نمبروں پر کامیابی حاصل کرے پھر افتاء کے درجہ تخصص میں دو سال کے لئے داخلہ لے اس میں محنت کر کے امتیازی کامیابی حاصل کرے پھر ماہرین فن کی سرپرستی میں کچھ مدت کام کرے۔ اس کے بعد امید ہے کہ دلائل سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم'' (احسن الفتاویٰ ۱/۳۰۲)

یعنی: ① پہلے پندرہ (۱۵) سال عام نصاب کی تکمیل، وہ بھی اعلیٰ نمبروں کے ساتھ۔

④ پھر دو (۲) سالہ افتاءِ تخصص وہ بھی امتیازی کامیابی کے ساتھ ⑤ پھر اس سترہ (۱۷) سالہ کورس کے بعد ماہرین فن کے ساتھ کچھ (نامعلوم مدت تک) پریکٹس۔

جہاں صرف طلب دلیل کے لئے اتنے جتن اور نتیجہ پھر بھی ''امید ہے کہ دلائل سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔'' اب بتائیے! ایسے مقلدین اور دائرہ تقلید (والے آلِ تقلید) کو ائمہ محدثین رحمہم اللہ سے کیا تعلق؟

**مقلد اور عربی عبارت:** دائرہ تقلید میں تو ''مقلد'' کو حدیث کی عربی عبارت سے بھی لاتعلق رہنا پڑتا ہے۔ جامعۃ الرشید کے مصروف ترین استاذ ''مفتی'' ابولبابہ شاہ منصور (دیکھئے قافلۂ حق ج ۳ ش ۳ ص ۴۳، رجب تا رمضان ۱۴۳۰ھ) امام مہدی رحمہ اللہ کی صفات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''قارئین محترم! احادیث میں دو اشارے ایسے ملتے ہیں... یہ دونوں احادیث بندہ کے سامنے عربی میں باحوالہ موجود ہیں۔ حوالہ مسلم شریف اور مشکوٰۃ شریف کا ہے۔ لیکن اگر ہم عربی عبارت کی طرف گئے تو یہ تحقیقی مضمون بن جائے گا جبکہ بندہ تحقیق کا اہل نہیں۔'' (دجال کون؟ کب؟ کہاں ۱/۳۱)

یعنی جامعۃ الرشید کے مصروف ترین استاذ ''مفتی'' (اور اپنے دیوبندی اکابر کے مقلد) کے مطابق حدیث کی عربی عبارت کی طرف جانا ہی تقلید کو ترک کرنا ہے اور تحقیق اس کے برعکس ہے۔ مزید لکھا: ''تحقیق کے لیے ہمیشہ اپنے اکابر کی طرف رجوع کرتا ہے... ہماری خوش نصیبی یہ ہے کہ ان کو دیکھ دیکھ کر، ان سے پوچھ پوچھ کر چلتے رہیں اور ان کی تقلید میں احتیاط اور نجات کو مضمر سمجھیں'' (ایضاً ص ۳۱۔۳۲)

قارئین کرام! غور کیجئے کہ دائرہ تقلید میں رہتے ہوئے حدیث کی عربی عبارت کی طرف جانا ہی تحقیق یعنی عدم تقلید ہے۔ اب ائمہ محدثین رحمہم اللہ جن کے روز و شب ہی نہ صرف تدوین و کتابت حدیث میں گزرے، بلکہ حدیث سے استنباط (اخذِ مسائل) بھی انھی کا خاص امتیاز و طرزِ عمل تھا۔ کیسے مقلد ہو سکتے ہیں یا انھیں مقلد کیسے کہا جا سکتا ہے؟

**مقلد اور حدیث:** ان سب سے ''اتحاد اہلسنت'' نام کے محقق، ماسٹر امین اوکاڑوی کے

شاگرد اور بھتیجے محمود عالم صفدر کئی ہاتھ آگے نکل گئے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''اسی طرح یہ جو کہا جاتا ہے کہ بخاری مسلم کی تمام احادیث واجب العمل ہیں، محدث کوثریؒ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ مجتہد پر غیر کی تقلید واجب نہیں اور مقلد پر اپنے مجتہد کی تقلید واجب ہے تو بخاری مسلم کی احادیث پر عمل کرنا نہ مجتہد پر واجب ہوا نہ مقلد پر (التعلیقات ص ۷۷)'' (قطرات العطر شرح اردو نخبۃ الفکر ص ۹۳)

لیجئے! ''محقق اتحاد اہل سنت'' اور ان کے ''محدث'' کوثری نے تو مقلد کے ساتھ ساتھ مجتہد کو بھی دوسروں کی روایت کردہ احادیث پر عمل کرنے سے منع کر دیا کہ اگر وہ کسی دوسرے کی مروی احادیث پر عمل کرے گا، انھیں قبول کرے گا تو در حقیقت وہ اس کا مقلد بن جائے گا، جبکہ دوسرے کی تقلید اس پر واجب نہیں۔

قارئین کرام! اب اگر کوئی مقلد آپ کو کسی کتاب سے حدیث بیان کرے تو اسے بتائیں کہ وہ اس حدیث کے بیان کرنے والے کی ''تقلید'' کر رہا ہے اور اپنے ''امام'' کی تقلید کو ترک کر رہا ہے، لہٰذا اس پر واجب ہے کہ وہ صرف اپنے امام کی مروی احادیث پیش کرے۔

محمود عالم صفدر نے صحیح حدیث کی شرائط پر بحث کرتے ہوئے مزید لکھا ہے:

''اور ان شرائط کے پائے جانے کے بعد بھی مجتہد عمل کے لیے منتخب کرے گا نہ کہ مقلد، مقلد پر صرف تقلید واجب ہے۔'' (قطرات ص ۱۰۲)

یہ اقتباسات کسی تشریح کے محتاج نہیں کہ مقلد کا حدیث کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، کیونکہ اس پر ''صرف تقلید واجب ہے۔''

غور کیجئے کہ ائمہ محدثین رحمہم اللہ کو اس صورت میں کیونکر ''مقلد'' کہا جا سکتا ہے؟

**تقلیدی خمار:** مندرجہ بالا دیوبندی وغیر دیوبندی اقتباسات وحوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ محدثین کا تقلید سے ایسا کوئی تعلق نہیں، جیسا کہ ان مقلدین کو ہے، لیکن تقلیدی خمار جس دل ودماغ پر چھا جائے تو پھر یہ کسی کی تمیز نہیں کرتا، سب کو اس حلقے میں شامل کرنے کی سعی میں مشغول رکھتا ہے، حتیٰ کہ جس امام کی تقلید کا دم بھرا جاتا ہے، جس کی تقلید میں نجات کو

مضمر مانا جاتا ہے، اسے بھی ''مقلد'' قرار دیتے ہیں۔ دیوبندی ''شیخ الاسلام، مفتی'' محمد تقی عثمانی صاحب تقلید کے مختلف درجات بیان کرتے ہوئے ''چوتھا درجہ، مجتہد مطلق کی تقلید'' کے عنوان کے تحت رقم طراز ہیں: ''تقلید کا آخری درجہ ''مجتہد مطلق'' کی تقلید ہے،... جیسے امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ وغیرہ، یہ حضرات اگرچہ اصول اور فروع دونوں میں مجتہد ہوتے ہیں، لیکن ایک طرح کی تقلید ان کو بھی کرنی پڑتی ہے، اور وہ اس طرح کہ جن مسائل میں قرآن کریم یا سنتِ صحیحہ میں کوئی تصریح نہیں ہوتی وہاں یہ حضرات اکثر و بیشتر اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ خالصۃً اپنی رائے اور قیاس سے فیصلہ کرنے کے بجائے صحابہؓ و تابعین میں سے کسی کا کوئی قول یا فعل مل جائے، چنانچہ اگر ایسا کوئی قول و فعل مل جاتا ہے تو یہ حضرات بھی اس کی تقلید کرتے ہیں۔''

(تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۰۹۔۱۱۰، درس ترمذی ۱/۱۴۲)

لیجئے جن ائمہ کی ''تقلید'' پر جنت کی تقسیم کی ''بشارتیں'' دی جاتی ہیں، وہ بھی ''تقلید'' سے محفوظ نہیں، بلکہ وہ بھی ''مقلد'' ہیں۔ الغرض ''مجتہد مطلق'' جن کی تقلید کی جاتی ہے وہ بھی مقلد اور عوام بھی ''مقلد''۔!!

یاد رہے کہ ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''ہاں ان ائمہ نے یہ فرمایا: جو شخص خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہے اس پر اجتہاد واجب، تقلید حرام ہے۔'' (تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۳۰۷)

**رسول اللہ ﷺ بھی مقلد (نعوذ باللہ):** قارئین کرام! اسی پر ان حضرات نے بس نہیں کی، بلکہ یہی تقلیدی نشہ ایک صاحب کے دماغ پر ایسا چھایا کہ وہ چھلانگیں لگاتے بہت ہی آگے نکلتے گئے، یہاں تک کہ نبی آخر الزمان سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی ''دائرہ تقلید'' میں داخل کرنے کے دعوے کرنے لگے۔

دیوبندی ''مناظر اسلام، وکیل احناف، ڈاکٹر'' منظور احمد مینگل، استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی، نے لکھا ہے: ''اگر تقلید اور اتباع میں فرق ہے تو پھر آپ ان عبارتوں کے متعلق کیا کہیں گے۔ صحابہ تو مقلد تھے ہی لیکن اگر اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا

جائے کہ نبی اکرم ﷺ بھی مقلد تھے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔'' (تحفۃ المناظر ص ۱۱۰۔۱۱۱)

معلوم ہوا کہ تقلید سے عوام، علماء، فقہاء، محدثین، مجتہدین رحمہم اللہ، صحابہ رضی اللہ عنہم، نبی ﷺ الغرض ان مقلدین کے بقول کسی کو مفر نہیں، حالانکہ درحقیقت یہ خود اس بارے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں، کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ۔!!

**خلاصۂ کلام:** اس مضمون میں ہم نے واضح کر دیا کہ

① محدثین کرام رحمہم اللہ ''مقلد'' نہ تھے۔

② مقلدین کے نزدیک مقلد کو حدیث اور تحقیق سے کوئی تعلق نہیں۔

③ مقلِد مقلَد ہی کا مقلَد ہے۔ یعنی جن ائمہ کی تقلید کی جاتی ہے وہ بھی مقلد تھے، تو یہ ایک مقلد کے ہی مقلد ٹھہرے۔

④ امام کے قول پر اعتراض کرنے والا ''مقلد'' نہیں رہتا۔ (۲۰/نومبر ۲۰۱۰ء)

## شذرات الذہب

☆ ابوعبداللہ عمرو بن قیس الملائی الکوفی رحمہ اللہ نے فرمایا: صاحبِ حدیث کو اس آدمی کی طرح ہونا چاہیے جو دراہم (درہم و دینار یعنی روپوں) کی جانچ پڑتال کرتا ہے، دراہم میں جعلی اور کھوٹے بھی ہوتے ہیں اور اسی طرح احادیث میں جعلی اور کھوٹی بھی ہوتی ہیں۔ (الجامع للخطیب ۱۴۰/۲ ح ۱۳۳۷، وسندہ حسن، دوسرا نسخہ ۱۰۲/۲ ح ۱۳۰۲)

☆ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے (محمد بن السائب) الکلبی کی تفسیر کے بارے میں پوچھا گیا تو امام احمد نے فرمایا: ''من أوله إلى أخره كذب ''شروع سے لے کر آخر تک (ساری تفسیر) جھوٹ ہے۔ پوچھا گیا: کیا اسے (عوام کے لئے) دیکھنا (یعنی مطالعہ کرنا) حلال ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: نہیں۔ (طبقات الحنابلہ لابن ابی یعلیٰ ۲۱۸/۱ ت ۲۸۹ وسندہ حسن، فیہ ابوعبداللہ بن معمر البلخی والصواب: عبداللہ بن معمر البلخی کما فی الجامع للخطیب ۲۳۲/۲ ح ۱۵۳۹، دوسرا نسخہ ۱۶۳/۲ ح ۱۴۹۴)

حافظ زبیر علی زئی

# امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم

مری (شہر) سے تحمل حسین صاحب نے ایک چار ورقی پمفلٹ:

''امام کے پیچھے قراءت کرنے کا حکم'' بھیجا ہے، جسے کسی محمد عطاء الرحمٰن سلہٹی دیوبندی نے لکھا ہے اور محمد رفیع عثمانی دیوبندی نے اس پمفلٹ کی تصدیق کی ہے۔

سلہٹی نے لکھا ہے: ''امام کے پیچھے مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانے سے اختلاف ہے، بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو درست مانتے تھے جبکہ اکثر اور جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم درست نہیں مانتے تھے، پھر یہ اختلاف تابعینؒ، تبع تابعین اور ائمۂ مجتہدین میں بھی منتقل ہوا، اور وہی اختلاف آج تک چلا آ رہا ہے۔''

عرض ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا یا پڑھانا (قولاً یا فعلاً) درج ذیل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہے:

۱: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۳۹۵، جزء القراءۃ للبخاری: ۷۳، ۲۸۳)

۲: سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۷۵ ح ۳۷۷۰، احسن الکلام ج ۲ ص ۱۴۲)

۳: سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (المستدرک للحاکم ۱/ ۲۳۹ ح ۸۷۳ وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی)

۴: سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ

(جزء القراءۃ: ۵۷، ۱۰۵، وحسنہ النیموی التقلیدی فی حاشیۃ آثار السنن: ۳۵۸)

۵: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ (سنن ابن ماجہ: ۸۴۳ وقال البوصیری: ''ھذا اسناد صحیح'')

۶: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۷۵ ح ۳۷۷۳ وصححہ البیہقی فی کتاب القراءت: ۴۳۶)

۷: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (کتاب القراءت للبیہقی: ۲۳۱ وسندہ حسن)

۸: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۱۵ وقال: "ھذا اسناد صحیح")

۹: سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (جزء القراءۃ: ۵۲ وسندہ حسن)

۱۰: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۸۷ ح ۵۷۲)

۱۱: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (کتاب الثقات لابن حبان ۵/۵۸)

ان کے مقابلے میں کسی ایک صحابی سے فاتحہ خلف الامام کی ممانعت ثابت نہیں، صرف سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا ایک قول ہے کہ "جس نے سورۂ فاتحہ کے بغیر ایک رکعت پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی، اِلا یہ کہ امام کے پیچھے ہو" (موطأ امام مالک وسنن ترمذی ج ۱ ص ۷۱)

یہ قول خود سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے اپنے قول وعمل کے مخالف ہونے کی وجہ سے منسوخ ہے۔

جن بعض آثار میں امام کے ساتھ قراءت سے منع کیا گیا ہے، اُن سے مراد یہ ہے کہ امام کے ساتھ جہری قراءت نہ کی جائے، رہی فاتحہ خلف الامام کی سری قراءت تو یہ ان آثار کی رُو سے ممنوع نہیں ہے۔

درج ذیل تابعین عظام رحمہم اللہ اجمعین سے فاتحہ خلف الامام پڑھنا یا پڑھانا (قولاً یا فعلاً) ثابت ہے:

۱: سعید بن جبیر رحمہ اللہ (جزء القراءۃ: ۲۷۳ وسندہ حسن، کتاب القراءت: ۲۳۷)

۲: حسن بصری رحمہ اللہ (کتاب القراءت: ۲۴۲، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۱۷۱، وسندہ صحیح)

۳: عامر الشعبی رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۴، ۳۷۵ ح ۳۷۶۴، ۳۷۷۲ وسندہ صحیح)

۴: عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۳ ح ۳۷۵۰ وسندہ صحیح)

۵: ابوالملیح اسامہ بن عمیر رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۵ ح ۳۷۶۸، وسندہ صحیح)

۶: عروہ بن الزبیر رحمہ اللہ (موطأ امام مالک ۱/۸۵ ح ۱۸۶، وسندہ صحیح)

۷: قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ (موطأ امام مالک ۱/۸۵ ح ۱۸۷، وسندہ صحیح)

۸: نافع بن جبیر بن مطعم رحمہ اللہ (موطأ امام مالک ۱/۸۵ ح ۱۸۷، وسندہ صحیح)

۹: حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۴ ح ۳۷۶۶)

۱۰: مکحول رحمہ اللہ (کتاب القراءت: ۲۳۶ وسندہ حسن)

تفصیل کے لئے دیکھئے (۱) نصر الباری فی تحقیق جزء القراءۃ للبخاری (۲) اور الکواکب الدریہ فی وجوب الفاتحہ خلف الامام فی الصلوٰۃ الجہریۃ

مشہور محدث امام ترمذی رحمہ اللہ نے فاتحہ خلف الامام کے بارے میں لکھا ہے:

''**و العمل علی ھذا الحدیث فی القراءۃ خلف الإمام عند أکثر أھل العلم من أصحاب النبي ﷺ و التابعین**'' اور (فاتحہ خلف الامام کی) اس حدیث پر امام کے پیچھے قراءت کرنے میں اکثر صحابہ اور تابعین کا عمل ہے۔

(ج ۱ ص ۷۰۔۷۱ ح ۳۱۱، مع العرف الشذی)

ثابت ہوا کہ سلہٹی صاحب نے یہ لکھ کر غلط بیانی کی ہے کہ ''اکثر اور جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم درست نہیں مانتے تھے'' اور غلط بیانی کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ سلہٹی صاحب نے اپنے استدلال میں ایک آیت، پانچ احادیث و آثار اور کچھ بے سند اقوال پیش کئے ہیں، جن پر تبصرہ درج ذیل ہے:

۱) جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رکھو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔

(سورۃ الاعراف: ۲۰۴)

عرض ہے کہ صحابۂ کرام اور تابعین عظام نے اس آیتِ کریمہ سے فاتحہ خلف الامام کی ممانعت پر استدلال نہیں کیا، بلکہ جمہور صحابہ و تابعین کا فاتحہ خلف الامام پڑھنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آیت مبارکہ کا تعلق فاتحہ خلف الامام سے نہیں ہے۔

دوم: مشہور مفسرِ قرآن امام قرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۱ھ) نے لکھا ہے کہ آیتِ مذکورہ کا مقصود مشرکین ہیں (لہٰذا اس میں فریق مخالف کے لئے کوئی حجت نہیں) دیکھئے تفسیر قرطبی (ج ۱ ص ۱۲۱، الباب الثانی: العاشرۃ)

سوم: دیوبندیوں کے مشہور عالم اور ان کے ''حکیم الامت'' اشرفعلی تھانوی صاحب نے

فرمایا: ''میرے نزدیک: اذا قرئ القرآن فاستمعوا۔ جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو۔ تبلیغ پر محمول ہے اس جگہ قرأت فی الصلوٰۃ مراد نہیں۔ سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے تو اب ایک مجمع میں بہت آدمی مل کر قرآن پڑھیں تو کوئی حرج نہیں۔''

(ملفوظات حکیم الامت ج ۲۶ ص ۳۳۸ واللفظ لہ، الکلام الحسن ج ۲ ص ۲۱۲)

چہارم: بہودی (حضرو ضلع اٹک) کے رہنے والے قاری سعید الرحمٰن دیوبندی نے اپنے والد عبدالرحمٰن کاملپوری دیوبندی سے روایت کیا، کاملپوری نے تھانوی دیوبندی سے نقل کیا: تھانوی نے ایسی جگہ (جہاں جمعہ کی اکثر شرائط عندالحنفیہ مفقود ہوں) نمازِ جمعہ پڑھنے والے کے بارے میں فرمایا:

''ایسے موقعہ پر فاتحہ خلف الامام پڑھ لینا چاہئے تاکہ امام شافعیؒ کے مذہب کے بنا پر نماز ہو جائے'' (دیکھئے تجلیات رحمانی طبع اول ص ۲۳۳، طبع دوم ص ۳۳۸)

جب نمازِ جمعہ کی دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا صحیح ہے تو ثابت ہوا کہ جہری اور سری ہر نماز میں فاتحہ خلف الامام پڑھنا صحیح ہے اور آیتِ مذکورہ سے سلہٹی، محمد رفیع عثمانی، عبدالرؤف دیوبندی اور اصغر علی ربانی وغیرہم کا استدلال باطل ہے۔

اب سلہٹی صاحب کی پیش کردہ احادیث و آثار پر تبصرہ پیشِ خدمت ہے:

۱) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور جب وہ (امام) قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ (بحوالہ صحیح مسلم)

یہ حدیث اور فقرہ نمبر ۴ میں آنے والی روایت دونوں ایک ہی حدیث ہیں، لہٰذا استدلال مذکور کے جواب کے لئے فقرہ نمبر ۴ کا مطالعہ کریں۔

۲) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ ظہر پڑھائی تو ایک صحابی نے آپ کے پیچھے سورۂ اعلیٰ پڑھنا شروع کی تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا پھر فرمایا: ''بے شک میں گمان کر رہا تھا کہ تم میں سے کسی نے میری قراءت میں خلل اور رکاوٹ ڈالی ہے'' (بحوالہ صحیح مسلم)

عرض ہے کہ اس حدیث پر علامہ نووی رحمہ اللہ نے "باب نهي المأموم عن جهره بالقراءة خلف إمامه" اپنے امام کے پیچھے مقتدی کا جہراً قراءت کرنا منع ہے، کا باب باندھا ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم مع شرح النووی ج ۱ص ۱۷۲)

ثابت ہوا کہ مقتدی صحابی رضی اللہ عنہ نے جہراً سورۃ الاعلیٰ پڑھی تھی اور حدیث مذکور کی وجہ سے اہلِ حدیث کے نزدیک بھی امام کے پیچھے لقمہ دینے کے علاوہ جہری قراءت ممنوع ہے، لہٰذا حدیث مذکور سے سلہٹی صاحب کا استدلال غلط ہے۔

۴) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص کا کوئی امام ہو تو اس شخص کی قراءت کے لئے امام کی قراءت کافی ہے۔"

(مسند احمد بن منیع، موطأ محمد بن الحسن، طحاوی اور دارقطنی بحوالہ آثار السنن)

عرض ہے کہ چاروں حوالوں کی روایات کی تحقیق درج ذیل ہے:

۱: مسند احمد بن منیع کی روایت مذکورہ میں سفیان ثوری اور شریک القاضی دونوں راوی مدلس ہیں اور یہ روایت عن سے ہے۔

دیکھئے اتحاف الخیرۃ المہرۃ للبوصیری (ج ۲ص ۲۲۵ ح ۱۵۶۷)

اور اصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ مدلس راوی (جس کا مدلس ہونا ثابت ہو) کی عن والی روایت (بخاری و مسلم کے علاوہ دوسری کتابوں میں) ضعیف ہوتی ہے، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

۲: موطأ محمد بن الحسن کا راوی ابن فرقد الشیبانی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے۔ (مثلاً دیکھئے لسان المیزان للحافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ ج ۵ص ۱۲۱۔۱۲۲)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: "ليس بشيء و لا يكتب حديثه"

وہ کوئی چیز نہیں اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ (الکامل لابن عدی ۶/۲۱۸۳ وسندہ صحیح)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: "ليس بشيء و لا تكتب حديثه"

وہ کوئی چیز نہیں اور تم اس کی حدیث نہ لکھو۔ (تاریخ بغداد ۲/۱۸۰۔۱۸۱، وسندہ حسن)

امام ابوحفص عمرو بن علی الفلاس رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ضعیف'' (تاریخ بغداد ۲/۱۸۱، وسندہ صحیح)

محدثین کی ان غیر جانبدار گواہیوں کے بعد کس میں ہمت ہے کہ ابن فرقد کی روایت سے استدلال کرتا پھرے؟!

قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم (جو امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے) نے فرمایا:

اس کذاب یعنی محمد بن الحسن سے کہو، یہ جو مجھ سے روایتیں بیان کرتا ہے کیا اس نے سنی ہیں؟

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۸۰، وسندہ حسن)

۳: طحاوی والی روایات میں عبداللہ بن شداد کا استاد ''رجل من أهل البصرة'' صحابی نہیں، بلکہ کوئی مجہول شخص ہے۔

۴: دارقطنی والی روایت پر خود امام دارقطنی رحمہ اللہ نے جرح کر رکھی ہے۔ ان چار ضعیف روایات کو نیموی تقلیدی کا ''و هذا حديث صحيح'' کہنا غلط اور تقلیدی تعصب ہے۔

٤) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لہٰذا جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب امام قراءت کرے تو خاموش رہو۔

(بحوالہ سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ و مسند احمد/ آثار السنن)

عرض ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فاتحہ خلف الامام کا جہری نماز میں حکم ثابت ہے، مثلاً سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب امام سورۂ فاتحہ پڑھے تو تم بھی پڑھو اور اس سے پہلے ختم کر لو۔ (جزء القراءة)

اس روایت کے بارے میں نیموی تقلیدی نے لکھا ہے:

''و إسناده حسن'' اور اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن ص ۱۰۶ حدیث ۳۵۸)

حنفیہ کا یہ اصول ہے کہ اگر راوی اپنی روایت کے خلاف فتویٰ دے تو وہ روایت منسوخ ہوتی ہے، لہٰذا مذکورہ بالا حدیث، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فتوے کی رُو سے منسوخ ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ فقرہ نمبر ۱ میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی منسوخ ہے۔

۵) ''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کے لئے امام کی قراءت کافی ہے اور جب اکیلے نماز پڑھے تو چاہئے کہ وہ خود قراءت کرے۔ نافع نے فرمایا: ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے نماز میں قراءت نہیں کرتے تھے۔'' (ملخصاً)

عرض ہے کہ صحیح ابن خزیمہ (ج ۱ ص ۲۸۷ ح ۵۷۲) میں حسن لذاتہ سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فاتحہ خلف الامام پڑھنا ثابت ہے، لہٰذا یہ روایت منسوخ ہے۔

سلہٹی صاحب نے آٹھویں صدی کے حنفی عالم عینی کی عمدۃ القاری سے نقل کیا ہے کہ ''امام کے پیچھے نماز میں قراءت نہ کرنے کا مسلک تقریباً اسی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے... (۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ...''

عرض ہے کہ یہ سارے اقوال بے سند اور مردود روایات میں ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں اور جن سے (مثلاً سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ) امام کے ساتھ قراءت کرنے کی ممانعت ثابت ہے، اس سے مراد لقمہ دینے کے علاوہ مقتدی کی جہری قراءت ہے، لہٰذا ایسے آثار سے فاتحہ خلف الامام کی سری قراءت کے خلاف استدلال غلط ہے۔

سیاسی پارٹیوں کا یہ طریقۂ واردات ہوتا ہے کہ اپنے ووٹروں کی بہت زیادہ تعداد بتاتے ہیں تاکہ عام لوگوں پر رعب قائم رہے۔ بالکل اسی طرح سلہٹی صاحب نے امام سعید بن جبیر وغیرہ تابعین اور امام اوزاعی وغیرہ ائمہ کی طرف امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے کا مسئلہ منسوب کیا ہے، حالانکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے ایک آدمی نے پوچھا: کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں؟ تو انھوں نے فرمایا: جی ہاں! اور اگرچہ تو اس کی قراءت سن رہا ہو۔ (جزء القراءۃ: ۲۷۳ وسندہ حسن، نیز دیکھئے مقدمہ نصر الباری ص ۲۹)

امام اوزاعی رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۷ھ) نے فرمایا:

''یَحُقُّ عَلَى الْإِمَامِ أَنْ یَّسْکُتَ سَکْتَةً بَعْدَ التَّکْبِیْرَةِ الْأُوْلٰی اِسْتِفْتَاحِ الصَّلٰوةِ وَسَکْتَةً بَعْدَ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْکِتَابِ، لِیَقْرَأَ مَنْ خَلْفَهٗ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ فَإِنْ لَّمْ یُمْکِنْ: قَرَأَ مَعَهٗ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ إِذَا قَرَأَ بِهَا وَأَسْرَعَ الْقِرَاءَةَ ثُمَّ اسْتَمَعَ.''

امام پر یہ (لازم و) حق ہے کہ وہ نماز شروع کرتے وقت، تکبیر اولیٰ کے بعد سکتہ کرے اور سورۂ فاتحہ کی قراءت کے بعد ایک سکتہ کرے تا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے سورۂ فاتحہ پڑھ لیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہ (مقتدی) اسی کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھے اور جلدی پڑھ کر ختم کرے، پھر کان لگا کر سنے۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی: ص ۱۰۶ ح ۲۴۷ وسندہ صحیح)

امام اوزاعی رحمہ اللہ تو جہری نمازوں میں بھی سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور سلہٹی صاحب یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ وہ امام کے پیچھے قراءت کے قائل نہیں۔!!

آخر میں سلہٹی صاحب نے حنفیت اور آلِ تقلید کی دس کتابوں کا ذکر چھیڑا ہے، لہٰذا عرض ہے کہ عوام کے لئے اس مسئلے میں راقم الحروف کی درج ذیل دو کتابیں کافی ہیں:

① نصر الباری ② الکواکب الدریہ

و ما علینا إلا البلاغ (۲۳/فروری ۲۰۱۱ء)

## حافظ ابن حجر اہلِ حدیث تھے

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا: " **لأنا معشر أهل الحديث نقطع بكذب من ادعى الصحبة بعد أبي الطفيل عامر بن واثلة ، والله الهادي إلى الصواب. متمسكين بالحديث الصحيح المتواتر عنه ﷺ : أن على رأس مائة سنة ـ من حين مقالته ـ لا يبقى على وجه الأرض ممن هو إذذاك عليها أحد .** " کیونکہ ہم تمام اہلِ حدیث اس شخص کو قطعی طور پر جھوٹا سمجھتے ہیں جو ابو الطفیل عامر بن واثلہ (رضی اللہ عنہ) کے بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کرے اور اللہ ہی حق کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔ ہم اس صحیح متواتر حدیث سے حجت پکڑتے ہیں جس میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سو سال کے بعد۔ آپ کے قولِ مذکور کے وقت سے لے کر۔ روئے زمین پر کوئی شخص باقی نہیں رہے گا، جو کہ اس قول کے وقت موجود تھا۔ (المجمع المؤسس للمعجم المفہرس ۲/۵۵۲ طبع دار المعرفۃ بیروت لبنان)

حافظ زبیر علی زئی

# ساقی بریلوی کے مزید پانچ جھوٹ

**الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہ الأمین ، أما بعد:**

یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جھوٹ بولنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، بلکہ سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مومن کی طبیعت میں ہر عادت ہو سکتی ہے، لیکن خیانت اور جھوٹ نہیں ہو سکتا۔

(کتاب الایمان لابن ابی شیبہ، میری کتاب: تحقیقی مقالات ج ۴ص ۲۲)

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سے لوگ دانستہ جھوٹ بولتے ہیں، خیانتیں کرتے ہیں اور دھوکے دیتے ہیں، حالانکہ ایک دن رب العالمین کی عدالت میں ضرور حاضر ہونا ہے اور صغیرہ وکبیرہ سب کا حساب دینا پڑے گا۔ ان شاء اللہ

غلام مرتضیٰ ساقی مجددی بریلوی رضا خانی نے اہلِ حدیث کے خلاف ایک کتاب لکھی تھی، جس میں سے ساقی کے ''دس جھوٹ، پانچ دھوکے اور خیانتیں'' میری کتاب: تحقیقی مقالات میں باحوالہ ومع رد شائع ہو چکے ہیں۔ (ج ۴ص ۴۸۹۔۵۰۰)

اب ایک اور کتاب سے رضا خانی مذکور کے پانچ جھوٹ اور خیانتیں باحوالہ ومع رد پیشِ خدمت ہیں:

۱) ساقی نے اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کو ''وہابیوں'' کا خود ساختہ لقب دیتے ہوئے لکھا ہے: ''وہابیوں کے نزدیک صحابہ کرام کا قول، فعل، فہم، رائے، استدلال، استنباط اور اجتہاد کا کوئی اعتبار نہیں۔ پوری امت میں سے کسی پر انہیں ماننا ضروری نہیں۔''

اس کے بعد ساقی نے ''انہی نظریات کا اظہار:'' کی سرخی جما کر لکھا ہے:

''...زبیر علیزئی اور اسکی پارٹی نے: الحدیث نمبر ۳۰ صفحہ ۴۴،۱۴، نمبر ۲۷ ص ۵۷،۵۶ پر۔''

(بد مذہب کے پیچھے نماز کا حکم ص ۹۹)

عرض ہے کہ صفحہ ۱۴، ۵۷، ۵۶ والے اعتراض کا جواب تحقیقی مقالات میں چھپ چکا ہے۔ (ج ۴ ص ۴۸۹)

اور ص ۴۴ والی عبارت درج ذیل ہے:

''کیا'' جماعت المسلمین رجسٹرڈ'' والوں کے نزدیک مرفوع حدیث اور جمہور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں صرف ایک صحابی کا قول حجت بنالینا جائز ہے؟'' (الحدیث: ۳۰)

فرقۂ مسعودیہ اوران کے امیر دوم کی طرف سے اس سوال کا کوئی جواب ابھی تک نہیں آیا اور اگر رضا خانی مذکور کے پاس اس سوال کا جواب موجود ہے، تو پیش کریں!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلم کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر مسلم کا وارث ہوتا ہے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلم یہودی یا نصرانی کا وارث نہیں ہوتا۔ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: کافر کا مومن وارث نہیں بن سکتا۔

(حوالوں کے لئے دیکھئے الحدیث: ۳۰ ص ۴۳۔۴۴)

عرس بن قیس الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اشعث بن قیس کی پھوپھی مرگئی، وہ یہودیہ تھی تو عمر (رضی اللہ عنہ) نے اسے (اشعث بن قیس کو) اس کی وراثت میں سے کچھ بھی نہ دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱/ ۳۸۶ ح ۳۱۴۳۲ وسندہ صحیح)

یہ روایت سیدنا طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔ (ایضاً ح ۳۱۴۲۹ وسندہ صحیح)

علامہ نووی نے فرمایا: جمہور صحابہ، تابعین اوران کے بعد والوں کے نزدیک مسلم کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳)

امام مالک، امام سفیان ثوری، تمام اہلِ مدینہ اور امام شافعی کا یہی مسلک ہے۔

(الاوسط لابن المنذر ج ۷ ص ۴۶۳ تحت ح ۶۸۶۳)

میراث کی مشہور کتاب سراجی میں ''اختلاف الدینین'' کو وراثت میں مانع قرار دیا گیا ہے۔ (ص ۴ فصل فی الموانع طبع ۱۳۸۹ھ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ ''و اختلاف الدین یمنع الارث'' دین کا مختلف ہونا

میراث سے مانع ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ص ۳۷۱)

مختصر یہ کہ حوالۂ مذکورہ میں ساقی رضا خانی نے صریح جھوٹ بولا ہے اور اس کے برعکس راقم الحروف نے علانیہ لکھا تھا:

''کتاب وسنت کا وہی مفہوم معتبر ہے جو سلف صالحین سے ثابت ہے۔'' (الحدیث:۱ص ۴)

الحدیث حضرو (عدد ۳۰) کے آخری صفحے پر واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ ''سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار''

اسی شمارے کے صفحہ ۳۰ تا ۴۲ پر صحابۂ کرام کے اکتالیس حوالے پیش کئے گئے ہیں، جنھیں دیوبندی و بریلوی دونوں آلِ تقلید نہیں مانتے، بلکہ مخالفت کرتے ہیں۔ مثلاً:

۱: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جنازے کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (حوالہ نمبر ۴)

۲: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ (حوالہ نمبر ۱۰)

۳: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب کسی آدمی کو نماز میں سلام کیا جائے تو زبان سے جواب نہ دے، بلکہ ہاتھ سے اشارہ کرے۔ (حوالہ نمبر ۱۱)

۴: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک وتر پڑھا۔ (حوالہ نمبر ۱۳)

۵: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بارہ تکبیروں کے ساتھ نماز عید پڑھی۔ (حوالہ نمبر ۱۷)

۶: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے نزدیک نماز میں باآوازِ بلند ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (حوالہ نمبر ۲۲)

۷: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نمازِ جنازہ سے فارغ ہو کر دائیں طرف ایک سلام پھیرتے تھے۔ (حوالہ نمبر ۲۶)

۸: سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے خطبۂ جمعہ کے دوران میں دو رکعتیں پڑھیں۔ (حوالہ نمبر ۳۵)

کیا ان آثار پر ساقی رضا خانی اور ان کی پارٹی کا عمل ہے؟!

**۲)** ساقی نے لکھا ہے: ''زبیر علیزئی نے لکھا: عبداللہ بن عمر کا اجتہاد نبی کی سنت کے خلاف ہے۔ (الحدیث نمبر ۲۶ صفحہ ۵۶)'' (بدمذہب کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۰۰)

عرض ہے کہ یہ عمرو بن عبدالمنعم (ایک عربی) کی عبارت ہے، جس کا متن درج ذیل ہے:" فهذا اجتهاد منه - رضي الله عنه - و قد خالف فيه ما صح من هدي النبي ﷺ في ذلك ... " (السنن والمبتدعات ص ۴۸ سطر ۵۔۶ مطبوعہ لبنان)

راقم الحروف نے عبارتِ مذکورہ کے ترجمے میں رضی اللہ عنہ اور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ لکھے ہیں، لیکن ساقی سے سہواً یا تعمداً یہ الفاظ رہ گئے ہیں۔ واللہ اعلم

عمرو بن عبدالمنعم کی عبارت میں اجتہاد سے مراد یہ ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ موزوں کے اوپر بھی مسح کرتے تھے اور موزوں کے نیچے بھی مسح کرتے تھے۔

فقہ حنفی اور فقہ رضا خانی میں اس مسئلے کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے:

ہدایہ میں لکھا ہوا ہے کہ "ثم المسح علی الظاهر حتم حتی لا یجوز علی باطن الخف و عقبه و ساقه ... " پھر ظاہر پر مسح ضروری ہے، حتیٰ کہ موزے کے نیچے، ایڑی اور پنڈلی پر مسح جائز نہیں ہے... (اولین ص ۵۸ باب المسح علی الخفین)

قدوری نے کہا:" قال أصحابنا : المسنون مسح ظاهر الخف " موزے کے ظاہر (پیٹھ) پر مسح مسنون ہے۔ (التجرید ج ا ص ۳۳۴ فقرہ: ۱۳۹۲)

اور کہا:" فأما الباطن فليس بمحل فهو كالساق ... " باطن مسح کا محل نہیں، لہٰذا وہ پنڈلی کی طرح ہے۔ (التجرید ص ۳۳۶ ج ا ص فقرہ: ۱۴۱۰)

برہان الدین البخاری نے کہا:" فنقول :محل المسح ظاهر الخف دون باطنه ، حتى لو مسح باطن خفيه دون ظاهر هما لا يجوز " پس ہم کہتے ہیں: مسح کا مقام موزے کا ظاہر ہے باطن نہیں، حتیٰ کہ اگر موزے کے صرف باطن پر ظاہر کو چھوڑ کر مسح کرے تو جائز نہیں۔ (المحیط البرہانی ج ا ص ۳۴۱ فقرہ: ۶۵۹)

نیز دیکھئے رد المحتار (۱/ ۱۹۶) شرح فتح القدیر لابن ہمام (۱/ ۱۳۲) اور کنز الدقائق (ص ۱۱) وغیرہ۔

محمد امجد علی رضوی بریلوی رضا خانی نے لکھا ہے: "مسح میں فرض دو ہیں (۱) ہر موزہ کا

مسح ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ہونا۔(۲) موزے کی پیٹھ پر ہونا۔''
اور مزید لکھا ہے: ''موزے کے تلے یا کروٹوں یا ٹخنے یا پنڈلی یا ایڑی پر مسح کیا تو مسح نہ ہوا۔''
(بہارِ شریعت حصہ دوم ص ۳۹ موزوں پر مسح کرنے کے مسائل)

کیا خیال ہے: رضاخانی مذہب میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ مسح ہو گیا تھا یا نہیں؟
تنبیہ: ہمارے نزدیک موزے کے اوپر مسح کرنا بہتر ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اوپر نیچے دونوں پر مسح کرنا جائز ہے جیسا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

اگر کوئی کہے کہ آپ نے عمرو بن عبدالمنعم کی عبارت مذکورہ پر رد کیوں نہیں لکھا؟
تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سہواً رہ گیا ہے اور دیگر کئی مقامات پر راقم الحروف نے عمرو مذکور کا رد بھی لکھا ہے۔

مختصر یہ کہ حوالہ مذکورہ کو ساقی نے راقم الحروف کی طرف صراحتاً منسوب کر کے بہت بڑا جھوٹ بولا ہے۔

۴) مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:
''فرقہ شیعہ بلحاظ اپنے عقائد سب وشتم خلفاء کیا داخلِ اسلام ہے یا خارج۔''
تو انھوں نے جواب دیا: ''اسلام کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک یہ کہ آمنوا باللّٰہ و رسولہ اس لحاظ سے تو اصحاب کی تصدیق داخلِ اسلام نہیں دوسری حیثیت صحبتِ رسولؐ کی ہے جس کی بابت ارشاد ہے... محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ والے ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں۔ آپس میں رحمدل ہیں۔ تم اُن کو دیکھتے ہو کہ رکوع سجود کرتے ہوئے اللہ کا فضل چاہتے ہیں۔ وغیرہ اس آیت کی تصدیق بھی داخل اسلام ہے۔ اس لئے اصحاب کے حق میں سب وشتم کرنے والے کو کافر یا مومن کہنے کے بارے میں کف لسان اور قلم کو روکتا ہوں۔ واللہ اعلم بذات الصدور'' (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۱۹۰)

اس کی تشریح میں مولانا ابو سعید شرف الدین دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:
''اس آیت شریفہ سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ خلفاء ثلاثہ وغیرہ صحابہ مہاجرین رضی اللہ عنہم

کو کافر و منافق کہنا ان کو سب وشتم کرنا۔ ان کو دائمی دوزخی بتانا قرآن شریف کی تکذیب ہے... بہر حال خلفائے ثلاثہ کے بارے میں ایسے ناپاک خیالات صراحتاً کفر ہیں۔''

(حاشیہ شرفیہ بر فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۱۹۰۔۱۹۱)

اب دیکھئے! ساقی بریلوی نے کیا لکھا ہے:

''ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام کو گالیاں دینے والے کے بارے میں اپنے قلم اور زبان کو روکتا ہوں۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۱۹۰)'' (بدمذہب کے پیچھے نماز کا حکم ص ۹۹)

عرض ہے کہ جھوٹ نہ بولو، خیانت نہ کرو، پوری عبارت لکھو، نیز مولانا شرف الدین دہلوی رحمہ اللہ کی تشریح میں ''قرآن شریف کی تکذیب'' اور ''صراحتاً کفر'' کے الفاظ کو کیا سمجھ کر چھپالیا ہے؟!

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ ''و لو قذف عائشة رضي الله عنها بالزنى كفر بالله و لو قذف سائر نسوة النبي ﷺ لا يكفر و يستحق اللعنة و لو قال عمر و عثمان و علي رضي الله عنهم لم يكونوا أصحابًا لا يكفر و يستحق اللعنة ، كذا في خزانة الفقه '' اور اگر (کوئی شخص) عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگائے تو اس شخص نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اور اگر نبی ﷺ کی ساری بیویوں پر زنا کی تہمت لگائے تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا اور وہ لعنت کا مستحق ہے، اور اگر اس نے کہا: عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم صحابہ نہیں تھے تو وہ کافر قرار نہیں دیا جائے گا اور وہ لعنت کا مستحق ہے، اسی طرح خزانۃ الفقہ میں لکھا ہوا ہے۔ (فتویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۲۶۴)

ان فتووں اور ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی کی خزانۃ الفقہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟!

۴) ساقی بریلوی نے مولانا امرتسری رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے:

''مزید لکھا ہے کہ: صحابہ کرام کو سچا ماننا اسلام میں داخل نہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۱۹۰)''

(بدمذہب... ص ۹۹)

عرض ہے کہ فتاویٰ ثنائیہ کے صفحۂ مذکورہ پر ایسی کوئی عبارت نہیں اور صحابہ کے فضائل

والی آیت کے بارے میں امرتسری صاحب نے لکھا ہے:
''اس آیت کی تصدیق بھی داخل اسلام ہے'' (دیکھئے فقرہ سابقہ:۳)
نیز تشریح والے الفاظ: ''قرآن شریف کی تکذیب'' اور ''صراحتاً کفر'' کیوں چھپا لئے ہیں؟
**۵)** ساقی بریلوی نے ''وہابیوں کے باطل عقائد'' کی سرخی کے تحت نمبرے میں لکھا ہے:
''ابن حزم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنا بیٹا پیدا کرسکتا ہے۔ (الملل والنحل جلد۲ صفحہ ۱۲۳، ۱۳۶)''
(بدمذہب کے پیچھے نماز کا حکم ص ۸۴)

اولاً عرض ہے کہ ابن حزم کا بریلوی علم کلام والا وہابی ہونا قطعاً غیر ممکن ہے، کیونکہ وہ صدیوں پہلے ۴۵۶ھ میں فوت ہو گئے تھے اور اس وقت شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب التمیمی رحمہ اللہ کے آباواجداد بھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔

یہ حق ہے کہ ابن حزم مقلد نہیں تھے بلکہ فرماتے تھے: اور تقلید حرام ہے۔
(النبذۃ الکافیہ ص ۷۰، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۹)

ثانیاً یہ کہ ابن حزم نے ساقی کی مذکورہ بات قطعاً نہیں لکھی، بلکہ جب میں نے ساقی مذکور سے موبائل فون پر رابطہ کیا تو اس نے عربی نسخے کی عبارت کا حوالہ نہیں دیا، بلکہ بتایا کہ یہ حوالہ اردو مترجم نسخے کا ہے اور اس کی عبارت بھی اس عبارت سے مختلف ہے۔ (ملخصاً)

اگر کوئی کہے کہ ابن حزم نے ایک سوال ''هل الله تعالى قادر على أن يتخذ ولدًا ؟'' کے جواب میں لکھا ہے:
'' أنه تعالى قادر على ذلك و قد نصّ عزوجل على ذلك في القرآن . قال الله تعالى :لو اراد الله ان يتخذ ولدًا لا صطفى مما يخلق ما يشاء سبحانه هو الله الواحد القهار . '' (الفصل فی الملل والنحل ۲/۲۰۷، دوسرا نسخہ ۲/۱۳۸)

عرض ہے کہ ''يتخذ'' کا مطلب ''پیدا کرسکتا ہے'' نہیں، ورنہ بتائیں کہ درج ذیل آیت کا ترجمہ کیا ہے:

﴿ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَ ذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَآءَ مِنْ دُونِي وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ﴾

کیا ساقی صاحب اس سے یہ مراد لیں گے کہ ابلیس اور شیاطین کو بعض مشرکین نے پیدا کیا ہے؟

یتخذ کا معنی یہاں ''بنانا، چن لینا اور مقرر کرنا'' ہے، جیسا کہ ابن حزم کی پیش کردہ آیت مذکورہ کا ترجمہ احمد رضا خان بریلوی نے درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے:

''اللہ اپنے لئے بچہ بناتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا پاکی ہے اسے وہی ہے ایک اللہ سب پر غالب'' (ترجمہ احمد رضا خان مطبوعہ تاج کمپنی ص ۳۱۷)

ابن حزم کا جواب تو ''کیا اللہ ایک ولد کے اتخاذ پر قادر ہے؟'' کا تھا اور رہا یہ سوال کہ کیا اللہ نے کسی کو ولد بنایا ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب ابن حزم کے درج ذیل الفاظ میں پیشِ خدمت ہے:

**" و کل هذا قد علم الله تعالٰی أنه لا یکون أبدًا "**

اور اس طرح کی سب چیزیں، اللہ تعالیٰ یقیناً جانتا ہے کہ کبھی نہیں ہوں گی۔

(الفصل فی الملل والنحل ج ۲ ص ۳۰۲)

یعنی ابن حزم کے نزدیک اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا بیٹا کبھی نہیں بنائے گا، لہٰذا ثابت ہوا کہ ساقی بریلوی نے علامہ ابن حزم پر بہت بڑا جھوٹ بولا اور بہتان تراشا ہے۔

میں یہ کہا کرتا ہوں کہ کسی نے اگر اختلاف کرنا ہے تو صداقت، امانت اور وسیع النظر فی کے ساتھ اختلاف کرے، جھوٹ نہ بولے اور خیانت نہ کرے، ورنہ یہ سوچ لے کہ ایک دن اللہ رب العالمین کے دربار میں ضرور پیش ہونا ہے اور اس دن کسی قسم کا دھوکا، فراڈ اور کذب و افتراء قطعاً نہیں چلے گا۔

غلام مرتضیٰ ساقی کی اس کتاب میں اور بھی کئی باتیں غلط اور صریح دھوکا بازی پر مشتمل ہیں، مثلاً ساقی نے لکھا ہے:

''وہابیوں کے امام عبدالستار دہلوی نے لکھا ہے:

''خدا کو ہر جگہ ماننا معتزلہ وجہمیہ وغیرہ فرق ضالہ کا باطل عقیدہ ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ جلد ۲

ص ۸۴)

گویا اب خدا کو حاضر و ناظر ماننا بھی باطل ہو گیا۔'' (بدمذہب کے پیچھے نماز کا حکم ص ۹۶)

عرض ہے کہ برِصغیر کے بہت سے اہلِ حدیث علماء میں سے ایک عالم مولانا عبدالستار دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''الغرض قرآن مجید کی آیات کثیرہ سے خداوند قدوس کا عرش پر مستوی ہونا نصاً واشارتاً ثابت ہے۔ اسی طرح بہت سی احادیث میں بھی اس امر کی تنصیص و تائید موجود ہے ہاں اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی کیفیت مجہول ونامعلوم ہے۔ تمام صحابہ وتابعین واتباع تابعین اور ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی قول واعتقاد تھا کہ اللہ رب العزت عرش پر مستوی ہے اور استواء علی العرش کی کیفیت مجہول ہے۔''

مولانا عبدالستار دہلوی رحمہ اللہ نے مزید فرمایا:

''تمام کتب تفاسیر مثل ابن جریر، ابن کثیر، درمنثور، معالم التنزیل، فتح البیان، جامع البیان، ترجمان القرآن، موضح القرآن، احسن التفاسیر وغیرہ کتب معتبرہ میں آیات مذکورہ بالا کے تحت یہی منقول ومنصوص ہے کہ اللہ عزوجل بذاتہ بنفسہ عرش پر مستوی ہے۔ خدا کو ہر جگہ ماننا معتزلہ وجہمیہ وغیرہ فرق ضالہ کا باطل عقیدہ ہے چنانچہ علامہ ابن کثیر تحت آیت...''

(فتاویٰ ستاریہ ج ۲ ص ۸۴)

آپ نے دیکھ لیا کہ مولانا عبدالستار صاحب اللہ تعالیٰ کے عالم وناظر ہونے کا انکار نہیں کر رہے اور اگر حاضر سے مراد ہر چیز کا علم وقدرت سے محیط ہونا ہے تو اس کا بھی انکار نہیں کر رہے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ بذاتہ (موجود) ماننے کا انکار کرتے ہیں اور دلیل کے طور پر آیات، احادیث، آثار اور تفاسیر پیش کر رہے ہیں مگر ساقی صاحب نے خیانت کر کے، عبارت مذکورہ کو حذف کر کے یہ جھوٹ تراش لیا ہے کہ وہ اللہ کے ناظر ہونے کا انکار کرتے ہیں۔!

ساقی صاحب کی بریلوی پارٹی کے ایک مشہور مصنف اور ''رضا خانی حکیم الامت'' احمد یار نعیمی بدایونی نے لکھا ہے: ''ہر جگہ میں حاضر وناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں۔

خدائے تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے کتب عقائد میں ہے...''

(''جاء الحق'' ج ۱ص ۱۶۲، حاضر ناظر پر بحث دوسرا باب، اعتراض نمبر ۱ کا جواب)

احمد یار نعیمی بدایونی نے اپنے رضا خانی انداز میں مزید لکھا ہے:

''خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے۔ ہر جگہ میں ہونا تو رسولِ خدا ہی کی شان ہو سکتی ہے...''

(''جاء الحق'' ج ۱ص ۱۶۲)

ساقی صاحب کی ''خدمت'' میں عرض ہے کہ وہ اپنے اندھیرے کی اندھی لاٹھی ذرا اپنے ''حکیم الامت'' کی طرف پھرا کر بھی دیکھیں اور یاد رہے کہ وہ اپنے خود ساختہ ''حکیم الامت'' کے نزدیک مذکورہ اعتراض میں بے دین ثابت ہوئے ہیں۔!!

احمد سعید کاظمی بریلوی نے لکھا ہے:

''اور قرآن و حدیث میں کسی جگہ حاضر و ناظر کا لفظ ذات باری تعالیٰ کے لئے وارد نہیں ہوا۔ نہ سلف صالحین نے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بولا۔ کوئی شخص قیامت تک ثابت نہیں کر سکتا کہ صحابہ کرام یا تابعین یا ائمہ مجتہدین نے کبھی اللہ تعالیٰ کے لئے حاضر و ناظر کا لفظ استعمال کیا ہو۔'' (تسکین الخواطر ص ۱۱، مقالات کاظمی حصہ سوم ص ۱۵۵، واللفظ لہ)

آخر میں عرض ہے کہ ساقی صاحب اور کئی دوسرے اہلِ باطل نے اہلِ حدیث کے خلاف وحید الزمان وغیرہ کے شاذ و مردود اقوال اپنی تحریروں میں بار بار پیش کئے ہیں، لہٰذا اس کا جواب ساقی صاحب کے قلم سے ہی پیشِ خدمت ہے:

''جواباً گذارش ہے کہ اگر کسی شخص کی بات قرآن و حدیث، اجماعِ امت اور اسلامی قواعد و ضوابط کے مخالف ہو تو ہرگز معتبر نہیں، کہنے والا کتنا ہی صاحبِ علم و فضل ہو، اس کی لغزش اور خطا کو غلطی قرار دے کر ترک کر دیا جائیگا۔'' (بدمذہب کے پیچھے نماز کا حکم ص ۷۰)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر اہلِ حدیث کے خلاف کچھ پیش کرنا ہے تو قرآن، حدیث اور اجماع پیش کریں، ورنہ پھر شاذ، مردود اور غلط اقوال کی کوئی حیثیت نہیں، بلکہ انھیں غلطی قرار دے کر ترک کر دیا جائے گا۔ (۱۷/ مئی ۲۰۱۱ء)

# ایک جھوٹی روایت اور الیاس گھمن صاحب کا قافلہ

الحمدللہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسولہ الأمین، أما بعد:

اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک جس روایت کی سند میں درج ذیل پانچ شرطیں موجود ہوں، وہ صحیح ہوتی ہے:

۱: ہر راوی عادل (مثلاً سچا مسلمان) ہو۔

۲: ہر راوی ضابط (مثلاً صحیح حافظے والا) ہو۔

۳: سند متصل ہو۔

۴: شاذ نہ ہو۔

۵: معلول (بعلتِ قادحہ) نہ ہو۔

جس روایت میں یہ پانچوں شرائط پائی جائیں تو اس کے صحیح ہونے پر اہلِ حدیث یعنی صحیح العقیدہ اہلِ سنت محدثین کرام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(دیکھئے اختصار علوم الحدیث لابن کثیر ۱/ ۹۹۔۱۰۰، اردو مترجم ص ۱۶)

اس اتفاقی واجماعی تعریف کے مقابلے میں بعض الناس ضعیف اور موضوع وغیرہ روایات کو "صحیح" یا "حسن" قرار دینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، مثلاً دنیاوی حیاتی دیوبندیوں کے محمد الیاس گھمن صاحب نے لکھا ہے:

"امام موفق مکی سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں: "(امام ابو حنیفہ کے قول کی تقویت میں) کبھی مجھے دو احادیث ملتی اور کبھی تین میں انہیں امام صاحب کے پاس لاتا تو آپ بعض کو قبول کرتے بعض کو نہیں اور فرماتے کہ یہ حدیث صحیح نہیں یا معروف نہیں، تو میں عرض کرتا حضرت آپ کو کیسے پتا چلا؟ تو فرماتے کہ میں اہل کوفہ کے علم کو جانتا ہوں۔" (مناقب موفق مکی ج ۲ ص ۱۵۱، مناقب کردری ج ۲ ص ۱۰۳)"

(رسالہ ''قافلۂ حق سرگودھا'' جلد۵ شمارہ۳ص ۸۔۹، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۱ء)

مناقب کردری میں یہ روایت بغیر سند کے بحوالہ سمعانی مذکور ہے اور سمعانی سے لے کر محمد (بن الحسن بن فرقد) عن ابی یوسف تک کوئی سند موجود نہیں، لہٰذا یہ بے سند حوالہ ہے۔

مناقبِ موفق مکی میں یہ روایت باسند مذکور ہے جو درج ذیل ہے:

''وبه قال :أخبرنا أحمد بن علي المروزي ويوسف بن يعقوب وإبراهيم بن منصور البخاريان وغيرهم قالوا :حدثنا سعد بن معاذ أبوعصمة:سمعت أباسليمان :سمعت محمد بن الحسن :سمعت أبا يوسف ....'' (۱۵۱/۲)

اس میں ''وبه قال'' کا قائل (موفق کا ''الامام'') ابو محمد الحارثی ہے۔

دیکھئے المناقب لموفق المکی (ج ۲ص ۱۴۸)

ابو محمد الحارثی تک موفق مکی کی سند درج ذیل ہے:

'' أخبرني الإمام أبو سعد الحافظ السمعاني في كتابه إليّ:أنا أبو الفرج الصيرفي بأصبهان إذنًا:أنا أبو الحسين الأسكاف قراءة عليه :أنا الإمام أبوعبد الله بن مندة الحافظ:أنا الإمام أبو محمد الحارثي ''(۱۴۸/۲)

اب گھمن صاحب کی پیش کردہ روایت کی اہلِ سنت اصولِ حدیث اور اہلِ سنت اسماء الرجال کی رُو سے تحقیق درج ذیل ہے:

۱:   اس روایت کا پہلا راوی موفق مکی معتزلی اور رافضی تھا، جیسا کہ راقم الحروف کی درج ذیل عبارت سے ثابت ہے:

ابو المؤید موفق بن احمد المکی الخوارزمی اَخطب خوارزم (متوفی ۵۶۸ھ) کی کتاب: ''مناقب الامام ابی حنیفہ'' مکتبہ اسلامیہ میزان مارکیٹ، کوئٹہ سے شائع شدہ ہے۔

اس کے مصنف موفق بن احمد کی کوئی توثیق کسی معتبر محدث سے ثابت نہیں ہے بلکہ حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ذہبی نے اُس کی روایات پر جرح کی ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ

کردری حنفی نے موفق بن احمد کے بارے میں لکھا ہے: '' المعتزلي القائل بتفضيل

علي علی کل الصحابة " یعنی وہ معتزلی تھا، تمام صحابہ پر (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت کا قائل تھا۔ (مناقب الکردری ج ا ص ۸۸)

یعنی یہ شخص رافضی اور معتزلی تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں اُس نے ایک کتاب لکھی، جس میں موضوع (جھوٹی) روایات ہیں۔

دیکھئے منہاج السنۃ النبویہ لابن تیمیہ (۱۰/۳) اور المنتقیٰ من منہاج السنہ للذہبی (ص ۳۱۲)

حافظ ابن تیمیہ نے فرمایا کہ وہ علمائے حدیث میں سے نہیں اور نہ اس فن میں اس کی طرف کبھی رجوع کیا جاتا ہے۔ (منہاج السنہ ۱۰/۳)

حافظ ذہبی نے فرمایا: اس کی کتاب فضائل علی میں نے دیکھی ہے، اس میں انتہائی کمزور روایتیں بہت زیادہ ہیں۔ (تاریخ الاسلام ۳۲۷/۳۹)

لہٰذا ایسے شخص کو (معتزلیوں کا) علامہ، ادیب فصیح اور مفوہ کہہ دینے سے اُس کی توثیق ثابت نہیں ہو جاتی۔ نیز دیکھئے المنتقیٰ من منہاج السنہ للذہبی (ص ۳۱۲، دوسرا نسخہ ص ۱۵۳)

مختصراً عرض ہے کہ موفق بن احمد معتزلی اور رافضی ہونے کی وجہ سے مجروح ہے، لہٰذا اس کی ساری کتاب نا قابلِ اعتماد ہے۔ (ماہنامہ الحدیث حضرو: ۸۷ ص ۴۳۔۴۴)

۲: ابو محمد الحارثی کے بارے میں امام ابن عدی نے فرمایا: وہ بغداد کے مشرقی محلے میں رہتا تھا، میں نے اسے ۲۹۷ (ہجری) میں دیکھا.... میں نے جھوٹے لوگوں میں اتنا بے حیا اور کوئی نہیں دیکھا۔

حافظ ابن حبان نے فرمایا: وہ عراقیوں سے روایات بیان کرتا تھا، وہ احادیث گھڑ کر ان کی طرف منسوب کرتا تھا۔

امام دارقطنی نے فرمایا: وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔

امام ابن ابی الفوارس نے فرمایا: وہ (حدیثیں) گھڑتا تھا۔

خطیب بغدادی نے فرمایا: اس نے حدیثیں بیان کیں، ان میں اکثر باطل ہیں، انھیں اُس نے گھڑا تھا۔

حاکم نیشاپوری نے کہا: اس نے قعنبی، مسدد، اسماعیل بن ابی اویس اور بشر بن الولید سے حدیثیں بیان کیں جنھیں اُس نے (خود) گھڑا تھا، اُس نے ان سے ملاقات [ کا دعویٰ کرنے ] کے جھوٹ کے علاوہ روایتوں کے متن بھی بنائے۔

ابونعیم الاصبہانی نے فرمایا: وہ ابن ابی اویس، قعنبی اور ایسے شیوخ سے مشہور اور منکر روایتیں بیان کرتا تھا جن سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی، وہ کوئی چیز نہیں ہے۔

حافظ ابن الجوزی نے اسے حدیث کا چور قرار دیا۔

حافظ ذہبی نے فرمایا: ''کان یضع الحدیث'' وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔

اور فرمایا: ''کذاب وضاع'' وہ بڑا جھوٹا (اور) حدیثیں گھڑنے والا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے فرمایا: وہ حدیثیں گھڑنے والوں میں سے ایک تھا۔

ان تمام جروح کے حوالوں کے لئے دیکھئے الکامل لابن عدی، المجروحین لابن حبان، الضعفاء والمتروکین للدارقطنی، تاریخ بغداد، الموضوعات لابن الجوزی، المدخل للحاکم، الضعفاء لابن نعیم، المغنی للذہبی، میزان الاعتدال، البدایہ والنہایہ، لسان المیزان اور ماہنامہ الحدیث: ۲۷ ص ۱۲۔۱۳

مرجیہ تقلیدیہ کے اس کذاب وضاع شخص کو 'الامام، الفقیہ، الاستاذ' کے القاب کا کوئی فائدہ نہیں، ورنہ اسماء الرجال کا علم بے فائدہ بن جاتا ہے اور یہ بات محال و باطل ہے۔ یاد رہے کہ راوی پر جرح ثابت ہونے کے بعد امام، فقیہ، اور استاذ کے الفاظ توثیق نہیں بلکہ مردود ہوتے ہیں۔ مثلاً دیکھئے میری کتاب تحقیقی مقالات (ج ۲ ص ۳۵۷، ۳۶۳)

۳: ابوعصمہ سعد بن معاذ المروزی کے بارے میں کسی محدث سے کوئی توثیق ثابت نہیں بلکہ حافظ ذہبی نے فرمایا: ''مجھول وحدیثہ باطل'' وہ مجہول ہے اور اس کی حدیث باطل ہے۔ (میزان الاعتدال مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور ج ۳ ص ۱۸۵، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۱۲۵)

محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی اور ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم کے بارے میں مفصل تحقیق کے لئے دیکھئے: میری کتاب تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات جلد اول، دوم، سوم

ابوسلیمان سے مراد اگر موسیٰ بن سلیمان الجوز جانی رحمہ اللہ ہیں تو عرض ہے کہ ابن ابی حاتم الرازی نے فرمایا: ''وکان یکفّر القائلین بخلق القرآن''

اور وہ ان لوگوں کو کافر کہتے تھے جو قرآن کو مخلوق قرار دیتے تھے۔

امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا: ''کان صاحب الرأي صدوقًا''

وہ اہلِ رائے میں سے تھے اور وہ سچے تھے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ج ۸ ص ۱۴۵)

حافظ ذہبی نے فرمایا: ''وکان صدوقًا محبوبًا إلی أھل الحدیث''

وہ سچے تھے، وہ اہلِ حدیث کے نزدیک محبوب (پیارے) تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۰/۱۹۴)

ثابت ہوا کہ اہلِ حدیث (محدثین کرام) بہت انصاف والے اور غیر جانبدار تھے۔ ابوسلیمان الجوز جانی (حنفی عالم) سے محبت کرنا اور انھیں سچا قرار دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ محدثین کرام میں بحیثیتِ جماعت و بحیثیتِ جمہور کسی قسم کا تعصب نہیں تھا، ظلم و ناانصافی کا نام و نشان تک نہ تھا اور بعض افراد کی بعض اوقات جمہور کے خلاف چند انفرادی غلطیاں معدوم اور ناقابلِ التفات ہوتی ہیں۔

آخر میں بطورِ خلاصۃ التحقیق عرض ہے کہ الیاس گھمن صاحب نے جس روایت کو اپنے رسالے میں علانیہ طور پر ''سند صحیح'' قرار دیا ہے، وہ ابو محمد الحارثی (کذاب) اور ابوعصمہ المروزی (مجہول وحدیثہ باطل) نیز موفق مکی معتزلی و مجروح کی وجہ سے موضوع، من گھڑت اور باطل ہے۔

ایسی من گھڑت اور جھوٹی روایت کو گھمن صاحب کا ''سند صحیح'' کہنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ اہلِ سنت کی معتبر کتابوں، اسماء الرجال کے علم اور اصول حدیث سے جاہل یا متجاہل ہیں اور اپنی مرضی کی جھوٹی روایات کو بھی صحیح قرار دیتے ہیں۔

قارئین کرام! خود فیصلہ کرلیں کہ وہ اہلِ سنت کی معتبر کتابوں، اسماء الرجال کے مستند اماموں اور اصول حدیث پر عمل کرنا چاہتے ہیں، یا سلف صالحین کے راستے کو چھوڑ کر جدید متحققین اور باغیانِ سلف صالحین کے پیچھے چلنا چاہتے ہیں جو انھیں صراط مستقیم اور عدل

وانصاف سے ہٹا کر ہلاکت وگمراہی کی پگڈنڈیوں پر گرانا چاہتے ہیں؟

خود فیصلہ کرلیں، کیونکہ وقتِ موعود قریب ہے۔!

تنبیہ: بعض لوگ امام ابوحنیفہ کے بارے میں انتہائی غلو سے کام لیتے ہیں، اپنی تحریروں اور تقریروں میں غیر ثابت کتابوں اور مجروح مصنفین کے حوالے دیتے ہیں، نیز بعض تاریخی وغیرہ کتابوں سے جھوٹی اور مردود روایتیں پیش کرتے ہیں، حالانکہ یہ طرزِ عمل عدل و انصاف کے سراسر خلاف اور ظلم ہے۔

راقم الحروف نے اس بارے میں ''کلید التحقیق: فضائلِ ابی حنیفہ کی بعض کتابوں پر تحقیقی نظر'' کے عنوان سے عدل و انصاف اور غیر جانبداری پر مبنی ایک مضمون لکھا جو ماہنامہ الحدیث حضرو (شمارہ نمبر ۷۸) میں شائع ہوا۔ ہمارے علم کے مطابق ابھی تک اس تحقیقی مضمون کا کوئی جواب کسی طرف سے نہیں آیا۔

مناقبِ ابی حنیفہ کے سلسلے میں گھسن صاحب وغیرہ جو بھی جھوٹی، من گھڑت اور مردود روایتیں پیش کرتے ہیں، ان کا دندان شکن جواب اسی تحقیقی مضمون میں موجود ہے۔

(۲۲/ جولائی ۲۰۱۱ء)

## مُرجی کون ہے؟

ابونصر عبیداللہ بن سعید بن حاتم الوائلی السجزی (الحنفی) رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۴ھ) نے فرمایا: ''**و كل من زعم أنّ الإيمان قول مفرد أو قول و معرفة أو قول و تصديق أو معرفة مجردة أو تصديق مفرد أو أنه لا يزيد و لا ينقص فهو مرجئ و بعضهم جهمي .**'' اور ہر شخص جو دعویٰ کرے کہ ایمان صرف قول ہے، یا قول ومعرفت ہے، یا قول وتصدیق ہے، یا مجرد معرفت ہے، یا صرف تصدیق ہے، یا وہ (ایمان) نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے، تو یہ شخص مرجی ہے اور ان میں سے بعض جہمی ہیں۔ (رسالۃ السجزی الیٰ اہل زبید ص ۳۴۴)

حافظ زبیر علی زئی

# ایک جھوٹی روایت اور حنیف قریشی بریلوی

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰة والسّلام علٰی رسوله الأمین ، أما بعد:

محمد حنیف قریشی بریلوی رضاخانی نے لکھا ہے: ''یونہی جامع صغیر کی روایت ہے ارشاد فرمایا:

'' ذروا العارفین المحدثین عن امتی لا تنزلوهم الجنة ولا النار حتی یکون اللّٰہ هو الذی یقضی فیهم یوم القیامة ''۔ (۱)

یعنی ایسے عارفین جن سے غیب کی باتیں کی جاتی ہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ ان کو اپنے فتوے سے نہ جنت میں نازل کرو اور نہ ہی دوزخ میں حتی کہ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے۔

(۱) کنز العمال حدیث نمبر ۱۲۱، الکامل لابن عدی ۱۲۱/۴، میزان الاعتدال از علامہ ذہبی (متوفی ۷۴۸) ۵۰۵/۲، تاریخ بغداد ۲۹۲/۸ از خطیب بغدادی، لسان المیزان ۳۶۰/۲، فیض القدیر شرح جامع الصغیر از علامہ عبد الرؤف مناوی ۷۵۳/۳، التیسیر بشرح الجامع الصغیر ۱۳۵/۲ از علامہ عبدالرؤف مناوی ''

(شطحیاتِ اولیاء ص ۹، روئیداد مناظرۂ راولپنڈی گستاخ کون ص ۲۳۵)

اس روایت کو حنیف قریشی نے اپنی اس کتاب کے سرورق (ٹائٹل) پر بھی لکھا ہے۔!

عرض ہے کہ حنیف قریشی صاحب کی مذکورہ روایت درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:

الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی (۱۴۴۱/۴۔۱۴۴۲، دوسرا نسخہ ۱۹۳/۵) تاریخ بغداد (۲۹۲/۸ ت ۴۳۹۵ خالد بن ابی کریمہ) الفوئد العوالی المنتقاۃ للثقفی / الثقفیات (ج ۶ رقم ۱۰، بحوالہ السلسلۃ الضعیفہ للالبانی ۹۵/۲ ح ۶۳۴ وقال: موضوع) التیسیر بشرح الجامع الصغیر (۳۵/۲ وقال: فیہ متھم)

اس روایت کی بنیادی سند درج ذیل ہے:

'' أیوب بن سوید: حدثني سفیان (الثوري) عن خالد بن أبي کریمة عن

عبداللّٰه بن مسور۔ بعض ولد جعفر بن أبي طالب عن محمد بن علي بن الحنفية عن أبيه......"

اس سند کے بنیادی راوی ابوجعفر عبداللہ بن مسور بن عبداللہ بن عون بن جعفر بن ابی طالب الہاشمی المدائنی کے بارے میں اسماء الرجال کی کتابوں سے تحقیق درج ذیل ہے:

اہلِ سنت کے مشہور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسور کے بارے میں اپنے بیٹے سے فرمایا: "اضرب على حديثه، أحاديثه موضوعة" اس کی حدیثیں کاٹ دو، اس کی حدیثیں موضوع (من گھڑت) ہیں۔ (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۱/۳۴۵ رقم ۶۳۶)

اور فرمایا: "كان يضع الحديث و يكذب" وہ حدیثیں گھڑتا تھا اور جھوٹ بولتا تھا۔

(کتاب الجرح والتعدیل ۵/۱۶۹ ت ۷۸۲ وسندہ صحیح)

امام رقبہ بن مصقلہ رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسور کے بارے میں فرمایا:

"كان يضع أحاديث كلام حق و ليست من أحاديث النبي ﷺ و كان يرويها عن النبي ﷺ" وہ برحق کلام (یعنی صحیح مفہوم اور حکمت والے کلام) کی روایتیں گھڑتا تھا اور وہ نبی ﷺ کی احادیث نہیں ہوتی تھیں اور وہ انھیں نبی ﷺ سے بیان کرتا تھا۔ (مقدمہ صحیح مسلم ج ۱/۱۶۔۱۷، وسندہ صحیح)

مغیرہ بن مقسم رحمہ اللہ نے فرمایا: "كان عبد اللّٰه بن مسور (صح) يفتعل الحديث" عبداللہ بن مسور حدیثیں گھڑتا تھا۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۵/۱۶۹، وسندہ صحیح)

ابونعیم اصبہانی نے کہا: "وضاع للأحاديث. لا يسوى شئ" وہ حدیثیں گھڑنے والا ہے، وہ کسی چیز کے برابر نہیں ہے۔ (کتاب الضعفاء ص ۹۹ ت ۱۱۱، المسند المستخرج ۱/۷۰ ت ۱۱۳)

جوزجانی نے کہا: اس کی حدیثیں موضوع ہیں۔ (احوال الرجال ص ۱۹۶ ت ۳۵۹)

حافظ ذہبی نے کہا: "يكذب" وہ جھوٹ بولتا تھا۔ (دیوان الضعفاء ۲/۶۷ ت ۲۳۱۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: "كذبوه و له ذكر في مقدمة صحيح مسلم" محدثین نے اسے جھوٹا کہا ہے اور صحیح مسلم کے مقدمے میں اس کا ذکر موجود ہے۔

(الاصابہ ۳/۱۴۱ ت ۶۶۳۷)

امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا: '' فعلى نحو ما ذكرنا من الوجوه نؤلف من الأخبار عن رسول الله ﷺ فأما ما كان منها عن قوم هم عند أهل الحديث متهمون أو عند الأكثر منهم فلسنا نتشاغل بتخريج حديثهم كعبد الله بن مسور أبي جعفر المدائني و عمرو بن خالد و عبد القدوس الشامي ومحمد ابن سعيد المصلوب وغياث بن إبراهيم و سليمان بن عمرو أبي داود النخعي و أشباههم ممن اتهم بوضع الأحاديث و توليد الأخبار و كذلك من الغالب على حديثه المنكر و الغلط أمسكنا أيضًا عن حديثهم''

''اس قاعدہ مذکورہ کے مطابق (اے شاگردِ عزیز!) ہم تمہاری خواہش کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی احادیث جمع کریں گے۔ رہے وہ لوگ جو تمام علماء حدیث یا اکثر کے نزدیک مطعون ہیں جیسے عبداللہ بن مسور، ابو جعفر مدائنی، عمرو بن خالد، عبدالقدوس شامی، محمد بن سعید مصلوب، غیاث بن ابراہیم، سلیمان بن عمرو ابی داود نخعی اور ان جیسے دوسرے لوگ جن پر موضوع (من گھڑت) حدیث بیان کرنے کی تہمت ہے اور وہ از خود احادیث وضع کرنے یا بنانے میں بدنام ہیں اسی طرح وہ لوگ جن کی غالب روایات منکر ہوتی ہیں یا جن کی روایات میں بہ کثرت اغلاط ہیں تو ایسے لوگوں کی روایات کو ہم اپنی کتاب میں جمع نہیں کریں گے۔'' (صحیح مسلم، المقدمہ ج ۱ ص ۴۔۵، شرح صحیح مسلم از غلام رسول سعیدی بریلوی ج ۱ ص ۲۰۷)

ثابت ہوا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسور پر سخت جرح کر رکھی ہے۔

عبداللہ بن مسور کے بارے میں حافظ ابن حبان نے فرمایا: ''كان ممن يروي الموضوعات عن الأثبات ....'' وہ ثقہ راویوں سے موضوع روایتیں بیان کرنے والوں میں سے تھا....(المجروحین ۲/۲۴، دوسرا نسخہ ۱/۵۱۷)

محمد بن اسحاق بن محمد بن مندہ نے فرمایا: '' المشهورون بوضع الأسانيد و المتون عبد الله بن مسور و عمرو بن خالد و أبو داود النخعي سليمان بن عمرو

وغياث بن إبراهيم و محمد بن سعيد الشامي وعبد القدوس بن حبيب و غالب بن عبيد الله الجزري ''اسانید اور متون گھڑنے کے ساتھ عبداللہ بن مسور، عمرو بن خالد، ابوداود النخعی سلیمان بن عمرو، غیاث بن ابراہیم، محمد بن سعید الشامی، عبدالقدوس بن حبیب اور غالب بن عبیداللہ الجزری مشہور ہیں۔ (فضل الاخبار وشرح مذاہب الآثار ا/۸۱ مکتبہ شاملہ)

عبدالرؤف المناوی (صوفی) نے اس روایت کی بحث میں عبداللہ بن مسور پر محدثین کی شدید جرح نقل کی۔ (دیکھئے فیض القدیر ۳/۵۲ ح ۴۳۲۴)

روایتِ مذکورہ کو اس کتاب سے نقل کرنے کے باوجود حنیف قریشی نے اس جرح کو چھپا لیا ہے۔ نسائی نے عبداللہ بن مسور کے بارے میں فرمایا: ''متروك الحديث''
(کتاب الضعفاء والمتروکین: ۳۳۳)

دارقطنی نے فرمایا: ''متروك'' (کتاب العلل الواردہ ۵/۱۹۰ س ۸۱۲)

عراقی نے کہا: '' عبد الله بن مسور الهاشمي ضعيف جدًا ''(تخریج الاحیاء ۳/۱۸۵)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے لسان المیزان (۳/۳۶۰۔۳۶۱، دوسرا نسخہ ۴/۱۶۲۔۱۶۵)

خلاصہ یہ کہ حنیف قریشی صاحب نے جس روایت کو اپنی کتاب میں بطورِ حجت پیش کیا ہے، وہ موضوع (من گھڑت) ہے اور اصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ موضوع روایت کا بیان کرنا حرام ہے اِلا یہ کہ اس پر جرح کی جائے اور اس کا موضوع (جھوٹی روایت) ہونا بیان کیا جائے۔ (دیکھئے اختصار علوم الحدیث لابن کثیر، عربی ص ۸۴، اردو ص ۵۳)

تنبیہ: جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جھوٹی روایت بطورِ حجت پیش کرنے سے شرم نہیں کرتا، وہ کس طرح ''مناظر، علامہ اور مفتی'' کہلائے جانے کے لائق ہے؟!

آخر میں میری طرف سے حنیف قریشی اور تمام آلِ بریلی سے مطالبہ ہے کہ اپنی بیان کردہ اس روایت کا موضوع نہ ہونا ثابت کریں، عبداللہ بن مسور الہاشمی المدائنی کا کذاب نہ ہونا ثابت کریں یا اس روایت کا کوئی صحیح یا حسن شاہد پیش کریں اور اگر نہ کر سکیں تو پھر علانیہ توبہ کریں۔ (۱۵/ اگست ۲۰۱۱ء)

# Monthly AlHadith Hazro

## ہمارا عزم

- قرآن وحدیث اوراجماع کی برتری
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اورتمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح وحسن روایات سے استدلال اورضعیف ومردود روایات سے کلی اجتناب
- اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
- علمی، تحقیقی ومعلوماتی مضامین اورانتہائی شائستہ زبان
- مخالفین کتاب وسنت اوراہل باطل پرعلم و متانت کے ساتھ بہترین وبادلائل رد
- اصولِ حدیث اوراسماء الرجال کومدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- دینِ اسلام اورمسلک اہل الحدیث کادفاع
- قرآن وحدیث کے ذریعے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ "الحدیث" حضرو کا بغور مطالعہ کرکے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہرمخلصانہ اورمفید مشورے کاقدر وتشکر کی نظر سے خیر مقدم کیا جائے گا۔